اِک جمالِ خاص کا مظہر ہے تُو
آسماں عشق کا اختر ہے تُو

صدائے غیب

تذکرہ - ملفوظات - کلام

حضرت مولانا شاہ محمدؐ احمد صاحب پرتاب گڈھی دامت برکاتہم

یادگار حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ

تالیف

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ کراچی ۴۷
پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون: ۴۹۹۲۱۷۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدائے غیب

تذکرہ ـــ ملفوظات ـــ کلام منتخب

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتابگڈھی دامت برکاتہم

یادگار

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

مولانا حکیم محمد اختر صاحب

ناشر

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲ پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱۸۲۔ کراچی ۴۷۔

فون : 4992176 - 4818112

"یہ ملتی ہے خدا کے عاشقوں سے"

(نظم بہ عنوان)

زبانِ عشق

از حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ

در رازِ شریعت کھولتی ہے
زبانِ عشق جب کچھ بولتی ہے

خرد ہے محوِ حیرت اس زباں سے
بیاں کرتی ہے جو آہ و فغاں سے

جو لفظوں سے ہوئے ظاہر معانی
وہ پا سکتے نہیں دردِ نہانی

لغت تعبیر کرتی ہے معانی
محبت دل کی کہتی ہے کہانی

کہاں پاؤ گے صدرا بازغہ میں
نہاں جو غم ہے دل کے حاشیہ میں

مگر دولت یہ ملتی ہے کہاں سے
بتاؤں میں ملے گی یہ جہاں سے

یہ ملتی ہے خدا کے عاشقوں سے
دُعاؤں سے اور انکی صحبتوں سے

وہ شاہ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

اے یارو جو خالق ہو شکر کا
جمالِ شمس کا نورِ قمر کا

نہ لذت پوچھ پھر ذکرِ خدا کی
حلاوت نامِ پاکِ کبریا کی

بگوید زیں سبب ایں عشقِ بے باک
چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

یہ دولت دردِ اہلِ دل کی اختر
خدا بخشے جسے اس کا مقدر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افتتاحیہ

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ اس کتاب صدائے غیب کا آغاز سراپا شفقت وکرم اور سراپا عشق ومحبت اور سوختہ جان از عشق حق حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم ہی کے دو اشعار سے کرتا ہے جبکہ اپنی کتاب معارف مثنوی مولانا رومؒ اور معارف شمس تبریزؒ کا افتتاحیہ احقر نے اپنے ہی اشعار سے کیا تھا جس کا صرف ایک شعر نمونتہً یہاں بھی پیش کرتا ہے ؎

شمس تبریزی کے سینے میں جو تھا اک رازِ غم
اس کتابِ عشق میں وہ دردِ پنہاں دیکھئے

اب اس تمہید کے بعد حضرت پرتابگڈھی کے وہ اشعار درج ذیل کرتا ہوں جو ابتدائے سلوک سے انتہائے سلوک تک رہنمائے سالکاں ہے۔

بے کیفی میں بھی ہم نے تو اک کیف مُسلسل دیکھا ہے
جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں اس حال کو اَکمل دیکھا ہے
جس راہ کو ہم تجویز کریں اس راہ کو اَثقل دیکھا ہے
جس راہ سے وہ لیجاتے ہیں اس راہ کو اَسہل دیکھا ہے

احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت پرتابگڈھی کے یہ دو اشعار سالکین کے لئے باعث طمانیت قلب اور درس تفویض و تسلیم کے مدرس بھی ہیں یہ سالکین کے لئے ایسے انوار حکمت اور موعظت پیش کرتے ہیں جن کی روشنی میں مایوسی اور ذہنی کلفتوں کے اندھیرے تسلیم و رضا کی فرحت و سرور کے اُجالوں سے تبدیل ہو جاتے ہیں۔ مخدومی حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحئی صاحب دامت برکاتہم جو پاکستان میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عظیم المرتبت یادگار ہیں ان اشعار مذکورہ کو اپنی ایک خصوصی اہل علم کی مجلس میں پڑھ کر فرمایا کہ قلب خواہ جس قدر بھی بے کیف ہو مگر ہمارے مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتابگڈھی کے یہ اشعار قلب بے کیف کو باکیف کر دیتے ہیں پھر فرمایا کہ مولانا کو مجھ سے اور مجھے مولانا سے شدید تعلق ہے میری خیریت ملنے میں اگر تاخیر ہو جاتی ہے تو مولانا بذریعہ تار میری خیریت معلوم کرتے ہیں۔

راقم الحروف

محمد اختر عفا اللہ عنہ

* * * * * * *

دین پر استقامت کا طریقہ | نیک اعمال پر قائم رہنے اور گناہوں سے بچنے اور مصائب میں بھی دین پر قائم رہنے کا اکسیر نسخہ۔ ملقب بہ تکمیل الاجر بتحصیل الصبر

مذاکرات دکن | مولف موصوف کے مجالس اور مواعظ کا مجموعہ۔ صفحات ۴۰

اُردو کلام | مؤلف موصوف کے اُردو اشعار کا مجموعہ۔ صفحات ۴۰

صدائے غیب | ملفوظات و اشعار حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم یادگار حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ

ملنے کا پتہ :۔ **کتب خانہ مظہری** ۴-جی ۱/۱۲ ناظم آباد کراچی فون نمبر ۶۱۲۴۴۹۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ اس ناکارہ کا ارادہ تھا کہ ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت فیوضہم جب سعودیہ عرب سے وطن تشریف لائیں تو احقر سفر ہند کرے لیکن اچانک مخدومی حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب دامت برکاتہم نے احقر کو اطلاع فرمائی کہ مولانا پرتابگڈھی کی علالت کا تار آیا ہے اس خبر نے قلب کو بے چین کر دیا ویزا منظور شدہ موجود تھا فوراً ۸ دسمبر ۱۹۷۷ء کو بذریعہ طیارہ دہلی پہنچا اور ۹ دسمبر ۱۹۷۷ء کو الہ آباد پہنچا الحمد للہ کہ حضرت اقدس پرتابگڈھی کو بخیریت پاکر جان میں جان آئی قلب مسرور ہوا۔ بزمانۂ قیام الہ آباد حضرت کی مجالس میں شرکت کی سعادت حاصل کرتا رہا۔ اس ناکارہ کا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ اپنے اکابر د مشائخ سے جو باتیں سنتا رہا اس کو حتی المقدور قلمبند کرتا رہا اسی معمول کے مطابق حضرت اقدس کے ارشادات گرامی اور اشعار عارفانہ کو بھی لکھتا رہا ایک دن حضرت اقدس نے فرمایا کہ آپ نے میرے منتخب کلام کو بنام نوائے غیب لکھا تھا اب اس مجموعہ کا نام صدائے غیب تجویز کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جلد اس کتاب کی طباعت کا غیب سے سامان فرمائیں۔ ناظرین کرام کے سامنے یہ کتاب صدائے غیب وہی کتاب ہے جس کو حضرت والا پرتابگڈھی نے مع اسم اور مسمیٰ عطا فرمایا تھا اور جس کے لئے دعائے تکمیل فرمائی تھی، یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے باب

اول تذکرہ و تعارف باب دوم ملفوظات باب سوم کلام منتخب باب دوم ملفوظات کے ضمن میں وہ اشعار بھی حضرت والا کے آگئے ہیں جن کی تشریح خود حضرت نے اپنی متعدد مجلسوں میں بیان فرمائی تھی۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول و نافع فرمائیں اور ہمارے مشائخ کرام و اکابر اور جملہ اہل ذوق حضرات کو اس کتاب سے مسرور فرمائیں۔ آمین۔ جملہ ناظرین کرام سے یہ ناکارہ اپنی استقامت و مغفرت بے حساب اور حسن خاتمہ کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہے۔

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ

۲۶ر ذوقعدہ ۹۷ھ

۹ر نومبر ۷۷ء

اشعار بنام جناب دبیر احمد صاحب

دبیر صاحب حضرت مولانا پرتاب گڈھی سے تربیتی تعلق رکھتے ہیں الہ آباد سے ہجرت کرکے رفاہ عام سوسائٹی کراچی میں مقیم ہیں ان کی محبت میں حضرت والا کے تین اشعار مندرجہ ذیل ہیں جو اس وقت موزوں ہوئے تھے جب یہاں سے موصوف حضرت کے پاس گئے اور پھر چند دن کی ملاقات کے بعد واپسی کی اجازت چاہی۔

تو ملا تو دل کو خوشی ہوئی تو گیا تو روح کو غم ہوا
تو ہزاروں کوس پہ جا بسا ترا عشق پھر بھی نہ کم ہوا
تری شان صدق کو کیا کہوں تجھے کیوں نہ دل سے دعائیں دوں
مری بزم سے تو گیا مگر کسی بزم میں نہ تو ضم ہوا
نہ کسی پہ تری نظر پڑی نہ کسی کا تجھ پہ اثر ہوا
درِ غیر پر کبھی آج تک ترا سر دبیر نہ خم ہوا

تقریظ حضرت قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم

رئیس جامعہ دار العلوم دیوبند

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

میرے محترم جناب مولانا محمد خیر الدین صاحب مرحوم سے کراچی میں
آمد ہوئی اور شرف ملاقات میسر ہوا۔ معلوم ہوا کہ موصوف ذوقی
صاحب سوز ہیں اور کلام سے شغف رکھتے ہیں۔ اور خود دیا لکھا تو مرحوم نے
ذہنی تازہ تالیف مولانا غیب سے مستفید ہونے کا موقع عنایت
فرمایا۔ جستہ جستہ مقامات سے مستفید ہوا۔ کتاب حضرت مولانا
شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کے تذکرہ اور ملفوظات ۲ شیخ کے
ان اولیاء اللہ کا تذکرہ گویا تذکرہ ہے اور ذکر و
ذکر اللہ ہے اذا ذکروا ذکر اللہ۔ جناب مولانا غیب
اور موضوع تذکرہ فضیلت پر اتنا گہرا کہ سلوک کے ذکر مبارک نے
دل میں سرور اور آنکھوں میں نور پیدا کر دیا۔ حق تعالیٰ اس
مبارک تذکرہ سے ارباب سلوک کو مستفید فرمائے اور ۳ یہ کلمات
خیر سب کے لیے آگہی کا باعث ہوں۔ آمین۔

محمد طیب
مہتمم دار العلوم دیوبند

۲ اور ملفوظات شیخ

۳ اور علماء و عارفین

تقریظ حضرت قاری محمد طیب صاحب

دامت برکاتہم

رئیس جامعہ دار العلوم دیوبند

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، میرے محترم جناب مولانا محمد اختر صاحب زید مجدہ سے کراچی میں ۲ مئی ۱۹۷۸ء کو شرف ملاقات میسر ہوا ممدوح صاحب دل ہیں دل سے صاحب سوز ہیں اور کلام سے صاحب ساز ہیں اس سوز و ساز کے ساتھ اپنی تازہ تالیف صدائے غیب سے مستفید ہونے کا موقعہ عنایت فرمایا جس کے جستہ جستہ مقامات سے مستفید ہوا۔ کتاب حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کے تذکرہ اور ملفوظات اور کلام منتخب پر مشتمل ہے ان اہل اللہ کا تذکرہ حق کا تذکرہ ہے

اِذَا ذُکِرُوا ذُکِرَ اللّٰہُ وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ ذُکِرُوا

صاحب صدائے غیب اور موضوعِ تذکرہ حضرت پرتابگڈھی کے ذکر مبارک نے دل میں سرور آنکھوں میں نور پیدا کر دیا حق تعالیٰ اس مبارک تذکرہ اور کلام عارفانہ سے ارباب استعداد کو مستفید فرمائے اور یہ کلمات خیر بہت سوں کے لئے اکسیر شفا ثابت ہوں

محمد طیب عفی عنہ

رئیس جامعہ دار العلوم دیوبند

۲ مئی ۱۹۷۸ء

تقاریظ اکابر و مشائخ

تقریظ از حضرت مخدومنا و مرشدنا مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت فیوضہم
ناظم دعوۃ الحق ہردوئی یوپی ہند
خلیفہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کے اشعار جو درحقیقت روح کے لئے باعث انوار ہیں کی طباعت کا ارادہ معلوم کرکے بیحد مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص آپ پر ہے کہ حضرت موصوف جیسے شیخ کامل سراپا محبت و عشق کے ملفوظات اور منتخب کلام کو جمع کرکے شائع کر رہے ہیں۔ یہ ناکارہ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ قبول و نافع فرمائیں

ابرار الحق

۱۳ رمضان مبارک ۹۷ھ

تقریظ از حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم پرتاب گڈھی حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ کی یادگار ہیں سراپا محبت اور اہل دل ہیں موصوف کا کلام

بھی انوارِ نسبت سے معمور ہے اور قلوب سالکین و عاشقین کے لئے آبِ حیات ہے موصوف سے میری پُر لطف ملاقات سرزمین عرب پر بزمانۂ حج ہوئی تھی جس کے نقوش اب تک قلب پر تازہ ہیں اور تازہ تر ہوتے رہتے ہیں۔

عزیزم مولانا حکیم محمد اختر صاحب کو حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں کہ ایک اللہ والے کے مقالات روحانی اور منتخب کلام کو جمع کرکے شائع کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قبول و نافع فرمائیں اور اہل دِل حضرات کے لئے سرمایۂ تسکین بنائیں آمین

احقر محمد عبدالحیّ (کراچی)

۳ر ذوقعدہ ۹۷ھ

تقریظ حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی صاحب دامت برکاتہم (لکھنؤ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

راقم الحروف نے چند سال پیشتر حضرت شرف الدین یحیٰ منیریؒ کے مکتوبات کے ادبی پائے کے متعلق لکھا تھا "بعض اہل دِل کے کلام میں جو غیر معمولی حلاوت اور قوت ہے، وہ ان کی روح کی لطافت اور قلب کی پاکیزگی اور اندرونی کیفیت و سرمستی کا نتیجہ ہے اور اس کے لئے وہ کسی خارجی مدد اور مقام آمد و قت کے محتاج نہیں ہوتے، ان کی خوشی و سرمستی کا سرچشمہ اور ان کی دولت کا خزانہ ان کے دل میں ہوتا ہے خواجہ میر دردؔ نے جو خود صاحب دِل اور صاحب درد تھے، اس پورے گروہ کی ترجمانی اس شعر میں کی ہے ؎

جا ئیے کس واسطے اے دردؔ میخانے کے بیچ
کچھ عجب مستی ہے اپنے دل کے پیمانے کے بیچ

غرض اس باطنی کیفیت، یقین و مشاہدہ، دعوت کے غلبہ اہل عصر و اہل تعلق کو

حقائق سے آگاہ کرنے اور منزل مقصود پر پہنچانے کے جذبہ، اخلاص و درد مندی، روح کی لطافت اور قلب کی پاکیزگی اور اس سب کے ساتھ ذوق سلیم اور زبان پر قدرت نے حضرت شیخ شرف الدینؒ کو ایک بلند ادبی مقام عطا کیا ہے اور انہوں نے اپنے خیالات و جذبات کے اظہار کے لئے ایک مستقل باب پیدا کر لیا ہے جو انہیں کے ساتھ مخصوص ہے۔

اب جبکہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی مدظلہ کا مجموعۂ کلام پاکستان سے شائع ہونے جا رہا ہے (جس کا اہتمام ہندوستان میں بھی کیا جا رہا ہے) تو میں یہ الفاظ مولانا محترم کے کلام کے متعلق پھر دہرانا چاہتا ہوں، حضرت مولانا صاحب دل ہونے کے ساتھ صاحب ذوق بھی ہیں اور اس دورِ آخر میں خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؔ کے بعد تو انہی کی طرف نگاہیں اٹھتی ہیں، مولانا کے کلام میں درد کی چاشنی، عشق کی حلاوت، اور محبت کا سوز و گداز موجود ہے اور دلوں کو مسرور اور سامعین و قارئین کو مسحور کر دیتا ہے، مجھے امید ہے کہ اصحابِ ذوق مولانا کے پاکیزہ کلام سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں گے۔

ابوالحسن علی، لکھنؤ
۲۶ رنومبر ۱۹۷۷ء

باب اوّل

تذکرہ و تعارف

وطن مالوف حضرت پرتاب گڈھی دامت فیوضہم ضلع پرتاب گڈھ (یوپی) کے ایک مختصر آبادی والے گاؤں پھولپور کے رہنے والے ہیں۔ لیکن اکثر قیام صابری منزل الہ آباد میں رہتا ہے۔ اس ناکارہ کا آبائی وطن موضع اٹھیہ بھی پھولپور سے زیادہ دور نہیں ہے۔

سلسلۂ نسب روحانی حضرت پرتاب گڈھی حضرت مولانا سید بدر علی صاحبؒ کے خلیفہ ہیں اور ان کی صحبت میں طویل عمر مجاہدات اور ریاضتوں میں گذاری۔ اب انھیں مجاہدات کے انوار اور خوشبو سے خلق مستفید ہو رہی ہے حضرت سید بدر علی شاہ صاحبؒ حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ کے خلیفہ تھے جو حضرت شاہ محمد آفاق صاحبؒ کے خلیفہ تھے پھر یہ سلسلہ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے جا ملتا ہے

ہمارے مشائخ کا حسن ظن اور والہانہ تعلق یہ امر تقریباً سبھی حضرات پر واضح ہے کہ حضرت پرتاب گڈھی کو حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ اور ان کے خلفائے کرام سے بیحد محبت و عقیدت ہے اور اپنی مجالس میں تربیت اور اصلاح کے اکثر وہی اصول بیان فرماتے ہیں جو تھانہ بھون سے جاری ہوئے تھے۔ ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ بھی

حضرت پرتاپگڈھی سے بہت محبت فرماتے تھے اور اسی طرح ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت فیوضہم بھی نہایت درجہ حضرت پرتاپ گڈھی سے محبت رکھتے ہیں اور حضرت پرتابگڈھی حضرت والا کے یہاں تشریف لانے والے تھے تو ہمارے حضرت مرشد نے اپنے بعض احباب کو اس عنوان سے اطلاع فرمائی کہ بڑے مولانا تشریف لارہے ہیں ، مرشدنا حضرت اقدس پھولپوریؒ کی وفات کے بعد اس ناکارہ نے حضرت اقدس مولانا شاہ ابرارالحق دامت برکاتہم سے تجدید بیعت کی اور اصلاح نفس کا تعلق بھی باضابطہ حضرت والا سے ہے لیکن حضرت پرتابگڈھی دامت برکاتہم سے بھی یہ ناکارہ اوائل عمر ہی سے بے حد عقیدت اور محبت رکھتا ہے اور اس محبت کو سرمایۂ سعادت سمجھتا ہے ہمارے حضرت مرشد ہردوئی دامت فیوضہم نے اس ناکارہ کو احقر کے زمانۂ قیام ہردوئی میں ہدایت فرمائی تھی کہ تم ایک خط ہر روز حضرت پرتابگڈھی کو لکھ دیا کرو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ حضرت مرشدنا فداہ قلبی وروحی کے درجات کو دونوں جہاں میں متصاعد اور متزائد فرمائیں آمین

ہمارے حضرت مولانا مرشدنا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ نے بھی پرتاب گڈھ کا اور پھر حضرت کے گاؤں پھولپور کا بھی سفر فرمایا تھا وہاں پہنچ کر حضرتؒ نے فرمایا تھا کہ مولانا محمد احمد صاحب کے انوار زمین سے آسمان تک محسوس ہو رہے ہیں اور اپنے ایک معاصر دوست حکیم سعید احمد صاحب مرحوم سے فرمایا کہ مولانا صاحب نسبت بزرگ ہیں اسی طرح حضرت مرشدنا ہردوئی نے بلگرام میں حضرت پرتابگڈھی کا بیان کرایا ، بیان عجیب جوش خروش اور اس عاشقانہ وعارفانہ انداز سے ہوا کہ حضرت مرشدنا ہردوئی نے سامعین کرام سے فرمایا آج آپ لوگوں نے حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب

گنج مراد آبادی کا بیان سُن لیا۔ جب ہمارے ان اکابر اور مشائخ کرام کو اس درجہ حُسنِ ظن ہے کہ جن کی بصیرت و نظر کا یہ ناکارہ ادنیٰ غلام ہے تو اس ناکارہ کو حضرت پرتاب گڈھی دامت فیوضہم کے تعارف کرانے کے لئے خود کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے لیکن حصولِ سعادت کے لئے صرف ایک شعر سے یہ ناکارہ بھی تعارف پیش کرتا ہے۔

تعارف

اس سفر میں احقر جب بمبئی حاضر ہوا تو حضرت مرشدنا ہردوئی کی وہاں بھی معیت اور صحبت کی دولت نصیب ہوئی احقر نے حضرت والا سے مناسب موقع اور فرصت دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت! احقر نے مولانا محمد احمد صاحب دامت فیوضہم کی شان میں ایک شعر عرض کیا ہے جس سے الہ آباد کے احباب بہت مسرور ہوئے ؎

اے تو صد مینا و صد جام و سبو
اے تو تنہا میکدہ از فیض ہو

حضرت والا سُن کر بہت ہی محظوظ ہوئے اور خوشی سے مسکرائے اور آنکھوں میں خوشی اور مسرت کی ایک خاص چمک محسوس ہوئی۔ جو اکثر حضرت والا کے مسرور ہونے کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔

پرتاب گڈھ، الہ آباد۔ اعظم گڈھ اور ہردوئی میں گاہ گاہ ہمارے حضرت مرشدنا ہردوئی اور حضرت اقدس پرتاب گڈھی کا مجالس دینیہ کے مواقع پر اجتماع ہو جاتا ہے جس کو وہاں کے بعض اہل علم اجتماع حضرات شیخین سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہ ہر دو بزرگ ایک دوسرے کا اس طرح اکرام کرتے ہیں کہ یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ ان میں بڑا کون ہے ایسی بے نفسی اور للّٰہیت کو دیکھ کر بے اختیار

یہ مصرعہ زبان سے جاری ہو جاتا ہے ع

اولٰئك آبائی فجئنی بمثلهم وکفٰی بهم فخرا

ہمارے حضرت مرشدنا ہردوئی دامت فیوضہم فرمایا کرتے ہیں کہ اہل علم اور مقتدا حضرات کو بھی آپس میں ایک دوسرے سے ملتے رہنا چاہیئے اس سے اور منافع علمیہ وعملیہ کے علاوہ نفس میں بڑی سلامتی رہتی ہے ورنہ مستقل اپنی مسند سے چپک کر بدون عذر بیٹھ رہنے سے نفس میں بڑائی آجاتی ہے (مجالس ابرار حصہ دوم) حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنے کو مستقل بالذات سمجھا وہ مستقل بدذات ہو جاتا ہے۔ ہمارے حضرت مرشدنا فرمایا کرتے ہیں کہ لوگ وحدۃ مطالب کو غلط سمجھے حتیٰ کہ بعض ہمارے ہی سلسلہ کے لوگوں نے میرے وعظ میں شرکت کو دریافت کیا کہ شریک ہوں یا نہ ہوں شیخ اور مرشد کا حق مثل باپ کے ضرور ہے لیکن اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ چچا اور دوسرے رشتہ داروں کا کوئی حق نہیں ہمارے حضرت خواجہ عزیزالحسن صاحب واپسی تھانہ بھون پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی زیارت بھی کر لیا کرتے تھے امراض نفس کا مشورہ تو صرف اپنے مرشد سے کرے لیکن مہمان نوازی اور وعظ سننا اور ملاقات کرنا دوسرے اکابر سے کہاں منع لکھا ہے (مجالس ابرار حصہ دوم) حضرت پرتاب گڈھی مدفیوضہم کے مواعظ حسنہ الہ آباد میں روح البیان کے نام سے (مجلد خوبصورت سرورق کے ساتھ) شائع ہو چکے ہیں۔ یہ مختصر سا تذکرہ ہے باقی تعارف اور حالات کو احقر حضرت والا پرتاب گڈھی کے کلام عارفانہ سے باب سوم میں انشاء اللہ تعالیٰ پیش کرے گا بقول اصغر صاحب

اصغر سے ملے لیکن اصغر کو نہیں دیکھا
سنتے ہیں کہ کچھ کچھ وہ شعروں میں نمایاں ہے

اب اس باب کو غزلیات حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ کے دو شعروں پر ختم کرتا ہوں۔

دولت عشاق او پائندہ باد
نہ فلک مر عاشقاں را بندہ باد
بوستان عاشقاں سرسبز باد
آفتاب عاشقاں تابندہ باد

(از معارف شمس تبریزؒ مولفہ حضرت ۴۴)

(ترجمہ) خدائے تعالیٰ کے عاشقوں کی دولت ہمیشہ باقی رہے اور ہفت افلاک عرش و کرسی سے ان کی رفعتوں کو بلند فرما اور ان عاشقان خدائے تعالیٰ کا باطنی باغ قرب ہمیشہ ہرا بھرا رہے اور ان عاشقان حق کا آفتاب ہمیشہ روشن رہے۔

ہمارے عظیم محسن حضرت مرشدنا ہردوئی دامت فیوضہم نے عاشقان حق کے بارے میں احقر کے سنائے ہوئے ان اشعار کو الہ آباد میں بہت پسند فرمایا تھا اور فرمائش کر کے اس ناکارہ سے دوبارہ سنا تھا اس لئے یہاں بھی ان کو درج کرنا باعث برکت اکابر ہونے کے اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تا بہ منزل صرف دیوانے گئے
مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے
آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے
آہ نکلی اور پہچانے گئے

باب اول تمام شد وآخر دعوٰنا عن الحمد للہ رب العالمین

راقم الحروف طالب دعا،

محمد اختر عفا اللہ عنہ

حصّہ دوم

ملفوظات حضرت مولانا شاہ محمّد احمد صاحب دامت برکاتہم

(۱) فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک یہودی آیا اور خود کو مسلمان ظاہر کر کے عرض کیا کہ مجھے اتقوا الفراسۃ المومن پر اشکال اور اعتراض ہے کہ مومن کو کیا فراست ملتی ہے فرمایا" اس کا جواب یہ ہے کہ تو یہودی ہے اور مجھے دھوکہ دینے آیا ہے۔ حضرت پرتابگڈھی نے فرمایا کہ فراست کشف سے ارفع اور اعلیٰ نعمت ہے۔

(۲) فرمایا کہ حضرت خواجہ معصوم باللہ نے فرمایا کہ محض روح عبادات یعنی امتثال او امر و نواہی نہ بجالا سکتی تھی اس لئے اس کو جسم عطا کیا" تاکہ نماز روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وجہاد وغیرہ کے احکام کو بجالائے قیامت کے دن جسم کے ان اعضاء کو جن کے ذریعہ بندہ طاعات بجالاتا ہے ایسا قرب اور نور حق تعالیٰ شانہ عطا فرمائیں گے کہ باطن ظاہر کے قرب پر رشک کرے گا۔

(۳) فرمایا کہ ایک گھونٹ پانی کے شکر کے لئے ازل سے ابد تک کی عبادت بھی کافی نہیں ہے۔

(۴) فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کی روح سے حق تعالیٰ نے فرمایا (بطور الہام) کہ میرے دروازہ پر عاجزی کی راہ سے آسکتے ہو تکبر کی راہ سے نہیں آسکتے۔

(۵) فرمایا کہ ایک بزرگ بعد نماز فجر مسجد میں ذکر و تلاوت اور نماز اشراق پڑھ کر نکلے اُن سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ اتنی دیر تک مسجد میں کیا کرتے ہیں۔ اس سے ناشتہ میں دیر ہو جاتی ہے فرمایا کہ میں اپنی روح کو ناشتہ کرا رہا تھا۔

(۶) فرمایا کہ سلوک کا حاصل اپنے کو مٹا دینا ہے اور اپنا یہ شعر پڑھا ؎

کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

(۷) فرمایا کہ مٹکے کو پہلے نل کے نیچے خود اپنا ظرف پانی سے بھرنا چاہیئے اور جب بھر کے اُبلنے لگے تو دوسروں کو وہ حصہ تقسیم کرتا ہے جو بھر کر چھلکتا ہے اسی مثال سے سالکین کو سمجھ لینا چاہیئے کہ پہلے اپنا قلب بھرے جب بھر کر چھلکنے لگے تو دوسروں کو افاضہ کرے پس اہل اللہ کا دل جب انوار الٰہیہ سے بھر کر بہنے لگتا ہے تو وہ بولتے ہیں ورنہ خاموش رہتے ہیں۔ یعنی مبتدی اور متوسط کو سکوت اور منتہی کو نطق زیبا ہے جس کا معیار اس کا مربی اور مرشد ہے اس کی اجازت اور رائے اس امر میں کافی ہے۔

(۸) فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ پر کوڑا پھینکا گیا تو فرمایا الحمدللہ کسی شاگرد نے دریافت کیا کہ یہ کیا موقع ہے الحمدللہ کا، فرمایا کہ جو سر آگ برسانے کے قابل تھا اس پر راکھ برسائی گئی اس لئے یہ مقام شکر ہے۔

(۹) فرمایا کہ کسی بزرگ کے پاس جاوے تو نشیب بن کر جاوے ہر کجا پستی است آب انجا رود (ترجمہ) پانی نشیبی زمین کی طرف بہتا ہے پس جس قدر فانی ہو کر بزرگوں کے پاس بیٹھو گے اسی قدر ان کا فیضان آپ کے قلوب میں آوے گا۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ میرے تو ایک خاص شیخ ہیں جو معالج نفس ہیں اور باقی میرے شیوخ بہت ہیں کیونکہ میں بزرگوں کے

پاس نشیب بن کر بیٹھتا ہوں لہذا اگر وہ ارادہ بھی نہ کریں تو بھی پانی بدون ارادہ نشیب کی طرف آجاتا ہے پھر یہ شعر اپنا پڑھا ؎

اس کو اہل محبت سمجھتے ہیں بس
مقتدا وہ نہیں جو نہیں مقتدی

(۱۰) فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ اے اللہ میں گمنام تھا آپ نے مجھے بلوایا یعنی صلاحیت تقریر و خطابت بخشی پس اگر میرا بولنا آپ کے بندوں کے لئے مفید ہو تو یہ خیر ہے ورنہ پھر گمنامی کی طرف لوٹا دیجئے۔

(۱۱) فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ کے راستے میں صرف جذبات سے کام نہیں چلتا بلکہ جذبات کو کبھی دبانا بھی پڑتا ہے پھر اپنا یہ شعر فرمایا ؎

بھٹک کے منزل جاناں سے دور جا پہنچے
جو جوشِ عشق میں جذبات کو دبا نہ سکے

ہمارے حضرت مرشدنا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم بھی اس مجلس میں تشریف فرما تھے اس شعر کو سُن کر ہنستے ہوئے فرمایا اس کی شرح کو اس مثال سے سمجھئے جیسے کہ نوافل کے فضائل سُن کر جوش میں کوئی عصر کی فرض نماز کے بعد بھی پڑھنا شروع کر دے حالانکہ فرض عصر کے بعد نوافل پڑھنا ممنوع اور مکروہ ہے۔ پس اس وقت جذبۂ عشق کو دبانا ہی رضائے حق ہے۔

(۱۲) فرمایا کہ صاحب نسبت اور عاشقانِ خدا اگر خاموش بھی ہوتے ہیں تو بھی قلوب ان کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے پھر یہ شعر اپنا سنایا ؎

یوں تو لب پر نہیں ان کا ذکرِ جلی
اُن سے لیکن ہے ہر وقت ربطِ خفی

اور ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے قلب کو غیر اللہ سے خالی رکھتے ہیں اور

پھر عجیب درد سے اپنا یہ شعر سُنایا ؎

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آ جائے

حریم دل کا احمدؔ اپنے ہر دم پاسباں رہنا

(۱۴) فرمایا کہ اہل اللہ اگرچہ مفلس و قلاش ہی ہوں لیکن حرص و طمع اور تعلق سے وہ تمام مخلوق سے مستغنی ہوتے ہیں اور بڑے سے بڑے رئیس کو خلاف شرع امور میں روک ٹوک کرتے ہیں یا پھر اس مجلس سے اسی وقت بے نیاز ہو کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں یعنی جب اس برائی اور منکر کو ترک کرنے پر اہل مجلس تیار نہ ہوں پھر اپنا یہ شعر سُنایا ؎

تعلق سے غنی کے ہو گیا غیروں سے مستغنی

پسند آئے نہ کیوں ان کو مرا مغرور ہو جانا

مگر اس استغنار کی شان میں کبھی تحقیر خلق اور اپنی بڑائی کا حصہ بھی نفس میں آنے کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے دوسرے شعر میں حضرت پرتابگڈھی نے اس کا بھی علاج فرمایا ؎

یہ ہے ان کا کرم ورنہ احمدؔ

خاک ہیں خاک اور کچھ نہیں ہم

فرمایا کہ غالبؔ نے کہا تھا ؎

ہمارے گھر میں وہ آئیں خدا کی رحمت ہے

کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

اور میں اس شعر کو یوں پڑھتا ہوں ؎

ہمارے گھر میں وہ آئیں خدا کی رحمت ہے

کبھی ہم ان کو کبھی اپنے دل کو دیکھتے ہیں

(۱۵) فرمایا کہ جو طالب ہوا وہ واصل ہوا اور جو واصل نہ ہوا وہ طالب ہی

نہیں تھا احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ مضمون اس شعر کی شرح ہے ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

(۱۶) فرمایا ہم لوگ کعبہ شریف حاضر ہیں اور اگر اس گھر والے کو نہ راضی کیا اور اس کو نہ پایا تو پس حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ شعر سن لیجئے ؎

اگرچہ کوچۂ جاناں میں آ کر کے سر مارا
نہ دیکھا یار کو گھر بار کو دیکھا تو کیا دیکھا

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت کی مراد یہ ہے کہ خانۂ خدا کی زیارت کے ساتھ خدائے خانہ کی رضا اور اس کی نافرمانی سے بچنے کا اہتمام بھی ضروری ہے یعنی تقویٰ کا اہتمام مقصود ہے کیونکہ گناہوں سے اگر استغفار اور توبہ نہ کیا تو تجلیات کعبہ گرد آلود آئینہ دل کو کیا نظر آئیں گی البتہ فرض حج کا ادا ہو جائے گا۔

(۱۷) فرمایا کہ بعض سالکین مجاہدات سے گھبراتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ معاصی اور گناہوں کا تقاضا ہی ختم ہو جاوے یہ نادانی ہے زندگی بھر مجاہدہ کے لئے تیار رہے اور پھر یہ شعر ارشاد فرمایا ؎

کمال عشق تو مر مر کے جینا ہے نہ مر جانا
ابھی اس راز سے واقف نہیں ہیں ہائے پروانے

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ مجلس میں کچھ دیر کے لئے خاموشی ہوئی پھر ایک صاحب نے حضرت مرشدنا مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے سوال کیا کہ حضرت کسب اور خلق کا فرق کیا ہے ارشاد فرمایا کہ اس کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں بجلی کا بٹن دبانا کسب ہے اور روشنی کا آجانا یہ خلق ہے اسی طرح روشنی بند کرنے کے لئے پھر بٹن دبانا یہ کسب شر ہے اور اندھیرا ہو جانا شر کا خلق ہے پس اندھیرے

کمرے میں بیٹھ کر بٹن نہ دبانا اور توکل کیے رہنا کہ روشنی آجاوے گی یہ نادانی کا توکل ہے اسباب خیر کو اختیار کرنا اور اسباب شر سے دور بھاگنا یہ بندہ کا کام ہے اس پر اس کو جزا دی جاوے گی اور اس کے خلاف پر اس کو سزا دی جاوے گی۔

(۱۸) فرمایا کہ ایک بزرگ نے ایک بادشاہ سے پوچھا کہ اگر پیاس سے جان جاتی ہو ایک پیالہ پانی کی قیمت کیا دو گے کہا آدھی سلطنت پھر پوچھا کہ اگر وہ ایک پیالہ پانی اندر رک جاوے اور پیشاب نہ اترتا ہو اور جان جاتی ہو تو اگر وہ ایک پیالہ پیشاب کوئی نکال دے تو کیا دو گے کہا بقیہ آدھی سلطنت فرمایا بس جاؤ قیمت سلطنت معلوم ہو گئی۔

(۱۹) فرمایا کہ اللہ والوں کو جنت کا لطف دنیا ہی میں ملنے لگتا ہے اور نافرمانوں کو دوزخ کی تکلیف (قلب کی پریشانی) دنیا ہی میں محسوس ہونے لگتی ہے اور فرمایا کہ میں نے جنت اور دوزخ کو اور سنت اور بدعت کو اپنے شعر میں اس طرح بیان کیا ہے۔

ہم بھٹک جائیں تری راہ سے دوزخ ہے یہی
ہم تری راہ پہ لگ جائیں یہی جنت ہے
مئے توحید سے سرشار ہوں سُنّت ہے یہی
دل کسی غیر کو دیدیں تو یہی بدعت ہے

فرمایا کہ اسی طرح زندگی اور موت کو اس شعر میں بیان کیا ہے۔

زندگی نام ہے اطاعت کا اور غفلت کا نام ہے مرنا
مر کے ہوتی ہے زندگی حاصل اس کو کہتے ہیں دوستو مرنا

(۲۰) فرمایا کہ جس گیند کو زمین پر پٹکا جاتا ہے وہی اوپر جاتا ہے اسی طرح جس طالب کو شیخ ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے اس کو باطنی ترقی بھی خوب

عطا ہوتی ہے۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے لیکن اس ڈانٹ ڈپٹ کو طلب نہ کرے اور اسباب ناراضگی شیخ سے بہت اہتمام سے بچے اس ملفوظ سے مراد یہ ہے کہ اگر احیاناً کوئی خطا ہوجاوے اور مرشد ڈانٹ ڈپٹ کرے تو برا نہ مانے اور اپنے لئے اس کو نافع سمجھے۔

(۲۱) فرمایا کہ حق تعالیٰ کا قرب ان کی اطاعت میں اور ان کا بُعد ان کی نافرمانی میں ہے اللہ والوں کو اگر اپنی حضوری میں ذرا بھی کمی محسوس ہوتی ہے تو ان کی بے کیفی کا یہ عالم ہوتا ہے۔

نہ وہ ذوق ہے نہ وہ شوق ہے نہ وہ کیف ہے نہ سرور ہے
ہے ہر ایک چیز ہی بے مزہ جو نظر سے اپنی تو دور ہے

(۲۲) فرمایا کہ صاحب نسبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا ذکر چھوڑنا بھی چاہے تو اسے اس کی قدرۃ نہ ہو مجبور محبت ہو کر رہ گیا ہو بدون ذکر اس کو اپنی زندگی موت معلوم ہوتی ہو اور اس کو شعر کے اندر صاحب نسبت ہونے کا مفہوم میں نے اس طرح بیان کیا ہے۔

نسبت اسی کا نام ہے نسبت اسی کا نام
ان کی گلی کو چھوڑ کر آنے نہ پایئے
اپنی طرف سے بھاگنا چاہیں بھی آپ اگر
کوشش کریں ہزار پر آنے نہ پایئے

فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ کوئی جنت میں نہ جائے گا مگر حق تعالیٰ کی رحمت سے کیونکہ جنت کی نعمتیں غیر محدود اور لامتناہی ہیں اور اعمال محدود اور متناہی ہیں پس متناہی اور محدود کی جزا غیر متناہی اور غیر محدود کیسے

ہوسکتی ہے پھر فرمایا کہ اگر ایک ہزار سال کے مجاہدات سے یہ مقام دل میں پیدا ہو جائے کہ ہمارے اعمال کچھ نہیں صرف رحمت حق سے مغفرت ہوگی تو بہت کچھ مل گیا احقر مولف عرض کرتا ہے یعنی اعمال میں کوتاہی نہ کرے لیکن اعمال پر بھروسہ اور نظر نہ رکھے نظر اور اعتماد حق تعالیٰ کی رحمت پر رکھے کیونکہ اعمال پر بھروسہ اور نظر سے خود بینی اور عجب پیدا ہو جاتا ہے جو حق تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دیتا ہے۔

(۲۳) فرمایا کہ حق تعالیٰ کا قرب جو اولیاء کو عطا ہوتا ہے اس میں ایک مقام حضوری کا ایسا آتا ہے کہ حضوری کا ہوش بھی نہیں رہتا

ہو گیا محو کچھ اس طرح دید میں
اب حضوری میں ہوش حضوری نہیں

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت پرتاب گڈھی نے اپنے کو بہت چھپایا لیکن اشعار میں کچھ کچھ نمایاں ہو جاتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خود اپنا مقام بیان کر جاتے ہیں اور یہ لفظ ایسا معلوم محض احتیاط فی التحریر ہے ورنہ احقر کو تو یہی حسن ظن ہے کہ حضرت اپنا ہی مقام بیان فرماتے ہیں' جناب اصغر صاحبؒ کا شعر ہے۔

اصغر سے ملے لیکن اصغر کو نہیں دیکھا
سنتے ہیں کہ کچھ کچھ وہ شعروں میں نمایاں ہے

اللہ والوں کو تو ہر وقت حضوری میسر ہے مگر ہم سے ناکاروں کو تو نماز میں بھی حضوری نہیں ہوتی' دل اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرتا ہے ہمارے مرشدنا حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے نماز میں قلب کو حاضر کرنے اور حاضر رکھنے .... کا عجیب اور نافع اور سہل ترین نسخہ بیان فرمایا جس کو حالیہ

سفرِ ہند میں احقر نے قلمبند کر لیا تھا اب یہاں اپنے تمام احباب حتیٰ کہ ہمارے محترم مولانا مفتی صاحب نے بھی سن کر اس پر عمل کر کے اس کے نفع سے اظہارِ مسرت فرمایا وہ نسخۂ کیمیا تاثیر یہ ہے کہ جب نماز میں کھڑا ہو اور دل بھاگنے لگے یا غائب ہو جاوے تو یہ سوچے کہ اگر کسی تھانہ کا معائنہ ایس پی کرنے آئے اور تمام سپاہی اور چوکیدار سب حاضر ہوں مگر تھانہ دار صاحب غائب ہوں تو ایس پی اس تھانہ کا معائنہ کیسا لکھے گا پس اپنے قلب کے بارے میں یہ سوچے کہ میرے تمام اعضاء سپاہی ہیں اور دل تھانہ دار ہے اور احکم الحاکمین سامنے ہماری نماز کا معائنہ فرما رہے ہیں پس اگر دل کو حاضر نہ رکھا تو نماز کا معائنہ احکم الحاکمین نامۂ اعمال میں کیسا لکھیں گے اور نماز میں دل پر خاص توجہ رکھے کہ حاضر ہے یا نہیں رکوع میں دل بھی جھکایا یا نہیں یا صرف جسم ہی جھکا اور سجدہ میں دل نے بھی اپنا سر رکھا یا صرف ظاہری سر ہے اور جب دل دنیا کے کسی کام میں غائب ہونے لگے تو اس سے خیال ہی خیال میں یہ کہے (زبان حرکت نہ کرے) کہ داروغہ جی کہاں جا رہے ہو، تھانہ کا معائنہ ہو رہا ہے بس داروغہ جی کو بار بار حاضر کرتا رہے۔ احقر مؤلف نے جب حضرت مفتی صاحب کو یہ نسخہ حضرت اقدس کے حوالہ سے بتایا تو دوسرے دن فرمایا کہ اب نمازوں میں داروغہ جی کو ہم بھی تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کہاں جا رہے ہو؟ اور خوشی سے ہنس پڑے۔

(۲۴) فرمایا کہ طاعات میں عشق و محبت کی روح شامل ہونے سے کچھ عجیب ہی قرب عطا ہوتا ہے اور پھر جوش میں ان اشعار کو پڑھا

زہد و ریاضت میں رہے یا آہ کا نعرہ کرے
ضربوں سے ذکر و شغل کے دل اور جگر پارہ کرے
بے عشق کچھ حاصل نہیں ہر چند سر مارا کرے
عاشق جمال یار کا ہر لحظہ نظارہ کرے

(۲۵) فرمایا کہ اللہ حاضری اللہ ناظری اللہ معی کا ایک بزرگ کو جب وہ سات سال کے تھے ان کو بتایا گیا پھر جب دس برس کے ہوئے تو انکو اسمار کا تصور اور مراقبہ بھی بتایا گیا پس جب ۱۲ سال کے ہوئے ولایت عطا ہو گئی ۔

(۲۶) فرمایا کہ جس طرح ظاہری اعمال میں اتباع رسول مطلوب ہے اسی طرح باطنی اعمال صبر و تسلیم و رضا و توکل میں بھی اتباعِ رسول مطلوب ہے آپ کے جُملہ اخلاق حسنہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع مطلوب ہے پھر یہ شعر پڑھا ؎

صورت انسان جو ہے وہ نہیں انساں ہے
ہے وہی انساں جو ہے خُلق نبی سے مستنیر

(۲۷) فرمایا حضرت حافظ ضامن شہیدؒ سے ایک غریب نے کہا آج آپ کے لئے میں کھانا لاؤں گا منظور فرمالیا پھر ایک امیر آیا اس کی دعوۃ بھی منظور کر لی ایک شخص نے اعتراض کیا کہ جب دونوں کھانا لاویں گے تو کیا پہلے شخص کو اعتراض نہ ہوگا فرمایا دو مُکّا ماروں گا اے نادان دونوں کے کھانوں کو ملالوں گا اور کھاؤں گا اور دونوں کا دل خوش ہو جاوے گا ۔

(۲۸) فرمایا کہ ایک گاؤں کے دوست تھے شعر بھی کہتے تھے ان کے بعض شعر پر مجھے ہنسی بھی آتی ہے اور لطف بھی ملتا ہے ان کے اس شعر میں کیسی سادگی ہے اور وحشت کو عجیب انداز سے بیان کیا ہے شعر یہ ہے ؎

نکل بھاگا ترے کوچہ کی جانب تیرا دیوانہ
نہ ٹھہرا ایک دم جنت میں وحشت اسکو کہتے ہیں

(۲۹) فرمایا حضرت شبلیؒ اللہ اللہ کرتے جا رہے تھے الہام ہوا تیرا یہ منہ اور میرا نام پاک ۔ خاموش ہو گئے الہام ہوا کہ میرے بغیر کیسے قرار آ گیا پھر ذکر

کرنے لگے حق تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے ساتھ کچھ اس طرح بھی معاملات خاص فرماتے ہیں۔

(۳۰) فرمایا کہ ایک بستی میں بہت سے لوگوں نے توبہ کی ایک شخص بہت طاقتور پہلوان قسم کا تھا اس نے کہا کہ دیکھوں مجھے کیسے توبہ کراتے ہیں میرے پاس بہت دلیری سے آیا میں نے ڈانٹ کر کہا کیوں جی سب نے توبہ کیا تم نے اب تک توبہ نہیں کی خبردار جلدی توبہ کرو بس اللہ تعالیٰ نے اس کے قلب پر رعب طاری فرمادیا اور اس نے فوراً توبہ کرلی۔

(۳۱) فرمایا کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں آیات برأت نازل ہوئیں تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا اے عائشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر ادا کرو عرض کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر کروں گی اس جواب پر بعض علماء نے جواب دیا ہے کہ اس وقت غلبۂ توحید سے ایسا جواب صادر ہوا مگر علمائے محققین کا یہ قول منقول ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا منشاء یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نکاح میں ہونے ہی کی بدولت یہ اعزاز اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیقہؓ کو عطا فرمایا کہ برأت کے لئے وحی کا نزول ہوا۔

(۳۲) فرمایا کہ شیخ کامل کی مثال اس نالی کی طرح ہے جو کسی کھیت تک صحیح و سلامت پہنچ کر اس کو سیراب کرتی ہے اور پیر ناقص کو اس نالی کی طرح سمجھنا چاہیئے جو درمیان درمیان سے کٹی۔ پھٹی۔ ٹوٹی ہوا اور اس کا پانی اِدھر اُدھر بہہ جاتا ہو تو جو کھیت اس سے تعلق رکھتے ہیں وہ خشک اور بنجر ہی رہتے ہیں۔

(۳۳) فرمایا کہ غزوۂ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے بعض نو مسلموں کو تالیف قلوب کے لئے کچھ مال غنیمت زیادہ دیدیا شیطان نے بعض انصار نوجوانوں کے دلوں میں وسوسے ڈالا کہ اپنے وطن والوں کو انصار مدینہ پر ترجیح دی گئی ایک

انصاری نے اپنے تلوار کے خون کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ ہم پر ان کو ترجیح کیوں دی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جو خطبہ دیا اس کو سن کر حضرات صحابہ کرامؓ کے آنسو اس قدر بہے کہ ان کی داڑھیوں سے ٹپک رہے تھے۔ اس خطبہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لے انصار مدینہ جب یہ چند نوجوان اپنے ساتھ چند اونٹوں اور بکریوں کو تم سے زائد لے کر مکہ کی طرف جائیں گے اس وقت تم لوگ اپنے ساتھ خدا کے رسول کو ساتھ لیکر جاؤ گے اور ہمارا جینا مرنا تمہارے ہی ساتھ ہوگا ان کے حصے میں یہ اموال فانیہ جو زائد دیئے گئے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دیئے گئے تھے کہ ان نوجوانوں کا نیا نیا اسلام تھا ان کی تالیف مقصود تھی۔

(۳۴) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھیں وہی حال اس کے لئے نافع ہے اپنی تجویزات کا راستہ نافع نہیں ہوتا پھر ان اشعار پر کیف کو پڑھا۔

بے کیفی میں بھی ہم نے تو ایک کیف مسلسل دیکھا ہے
جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں اس حال کو اکمل دیکھا ہے
جس راہ کو ہم تجویز کریں اس راہ کو اثقل دیکھا ہے
جس راہ سے وہ لے جاتے ہیں اس راہ کو اسہل دیکھا ہے

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت پرتاب گڈھی کے ان اشعار کو بزمانہ حج جناب حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی دامت برکاتہم نے بھی سنا تھا اور بار ہا کراچی میں احقر سے فرمایا کہ ماشاءاللہ عجیب اشعار ہیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اسباب خوشی سے خوشیاں محسوس کرنا تو کفار بلکہ جانور بھی جانتے ہیں مثلاً کتا بلی بھی گوشت کے چھیچھڑے دیکھ کر خوش ہوجاتے ہیں لیکن بدون اسباب خوشی کے خوشیاں اڑانا اور حقیقی و دائمی بہار لوٹنا یہ اولیاء اللہ کا حصہ اور انہیں کا نصیبہ ہے کیونکہ ان کی بہار اور خوشی کا تعلق مافوق الاسباب

سے ہے جہاں شمس و قمر نہیں۔ جہاں دن و رات نہیں جہاں یہ زمین و آسمان نہیں انھوں نے عالم لامکاں سے تعلق اپنی ارواح کا وابستہ کر رکھا ہے جس کے سبب اس عالم متغیر کے حدوث اور تغیر کا اثر ان کی خوشی کو متغیر اور فانی نہیں کرتا۔ غیر فانی ذات باری تعالیٰ شانہ سے تعلق اور رابطہ کا یہی انعام ملتا ہے حضرت عارف رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

تا ابد از دوست سبز و تازہ ایم
ایں بہارے نیست کو را دے رسد

ترجمہ :- قیامت تک ہم اپنے مولائے کریم کے کرم سے سبز اور تازہ بہار ہیں ہماری بہار ایسی نہیں ہے جس کو خزاں پہنچ کر تہہ و بالا کر دے

رنگ تقویٰ رنگ طاعت رنگ دیں
تا ابد باقی بُوَد تا یوم دیں

ترجمہ : دُنیا کی ہر چیز فانی اور عارضی ہے مگر تقویٰ اور عبادت کا نور قیامت تک عابدین کی ارواح میں باقی رہتا ہے۔

اسی مضمون کے بالکل مطابق حضرت پرتابگڈھی کے اشعار بھی ہیں۔

لطف جینے کا اسے حاصل نہیں
جس نے دیکھی ہی نہ بزم عاشقاں
آ نہیں سکتی کبھی اس میں خزاں
گلستاں ہے عشق کا یہ گلستاں

عاشقوں سے مُراد عاشقانِ خدا اور گلستانِ عشق سے مُراد حق تعالیٰ کی محبت ہے اور نفسانی اور مجازی عشق کے بارے میں تو حضرت عارف رومی فرماتے ہیں کہ ؎

ایں نہ عشق است آنکہ در مردم بُوَد
ایں فساد از خوردن گندم بُوَد

(ترجمہ) عشق نفسانی تو عشق نہیں فسق ہے کیونکہ یہ روٹیوں کا فساد ہے چند دن کھانا نہ ملے تو سب عشق کافور ہو جاوے جس وقت دمشق میں قحط پڑا تھا تو دنیاوی عاشقوں کو بھوک کی تکلیف سے اپنے سارے معشوق فراموش ہو گئے جیسا کہ حضرت سعدی شیرازیؒ کا ارشاد ہے

چناں قحط سالی شد اندر دمشق
کہ یاراں فراموش کردند عشق

(۳۵) فرمایا کہ لوگوں کو اسم اعظم کی تلاش ہے لیکن اسم اعظم پر میرا یہ شعر ہے

خلوص دل سے پکارے اگر کوئی ان کو
ہر ایک نام ہی اُن کا پھر اسم اعظم ہے

"اصلاحات بر اشعار غالب"

(۳۶) فرمایا کہ غالب کا شعر ہے ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

میں نے اس میں یہ ترمیم کی ہے اور ہنس کر اس شعر کو اس طرح پڑھا

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو پا جاتے ہیں انعام

(۳۷) فرمایا غالب کا شعر ہے

عشق نے غالبؔ نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پھر ہنس کر اس شعر میں کیا خوب ترمیم فرمائی۔

عشق نے احمد مجلّیٰ کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے نام کے

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ عشق مجازی نکمہ کرتا ہے اور عشق حق تعالیٰ کا منور کرتا ہے لہذا ہر دو شعر اپنے محل استعمال کے لحاظ سے مبنی علی الحقائق ہیں۔

حسن مجازی پر احقر کو اپنا ایک شعر یاد آیا

ان کے عارض کو لغت میں دیکھو　　　کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

(۳۸) فرمایا کہ غالب کا شعر ہے ؎

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اس کی ترمیم میں نے اس طرح کی ہے ؎

قتل کے بعد بھی نادم وہ جفا سے نہ ہوا
اس نے سیکھا ہی نہیں ہائے پشیماں ہونا

(۳۹) فرمایا کہ غالب کا شعر یہ ہے ؎

رات کو خوب سی پی صبح کو توبہ کرلی
رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

میں نے یہ ترمیم کی ؎

قابل حیف ہے ظالم یہ تری بدبختی
تیرا ایماں بھی گیا ہاتھ سے جنت بھی گئی

حضرت پرتاب گڈھی کی شان میں ان کے عاشق مرید کامل کے دو شعر مجھے بہت پسند آئے

الہ آباد سے جانے کا جب وہ نام لیتے ہیں
تو فرط غم سے ہم اپنا کلیجہ تھام لیتے ہیں

ختم ہوتی ہے جہاں عقل و خرد کی پرواز
ترے افکار کا ہوتا ہے وہاں سے آغاز

(۴۰) فرمایا کہ جگر صاحب کا شعر ہے ؎

گلشن پرست ہوں مجھے گُل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کئے جا رہا ہوں میں

حضرت پرتابگڈھی نے اپنے مذاق فنائیت اور کمال محبت سے اس میں یوں ترمیم فرمائی ؎

گلشن سے عشق ہے مجھے گُل ہی نہیں عزیز
کانٹوں کو دل سے پیار کئے جا رہا ہوں میں

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ لفظ پرست کو حضرت نے اپنے انوار علم کی برکت سے حذف فرما کر نعم البدل عنوان اختیار فرمایا اور دوسرے مصرعہ میں حضرت نے اپنی تاریخ زندگی کا مکمل شعبۂ اخلاق بیان فرما دیا کہ اپنے موذیوں اور ستانے والوں کے حضرت کا ہمیشہ درگذر اور احسان وکرم و پیار ہی کا معاملہ رہا۔ جیسا کہ حضرت کا دوسرا شعر مذکور ہو چکا ہے ؎

جور و ستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
احمدؔ نے اس کو بھی تہہ دل سے دعا دیا

(۴۱) فرمایا کہ صدیقین کو شہداء پر حق تعالیٰ نے مقدم بیان فرمایا کیونکہ شہادت نعمت عظمیٰ تو ہے مگر صدیق وہ کام کرتا ہے جو نبی کرتا ہے اگر سب شہید ہو جاویں تو کار نبوت کون کرے گا جو صاحب نسبت اللہ کے لئے دین کی تبلیغ اور دعوت الی اللہ کا کام کر رہے ہیں اس پر سیکڑوں شہید قربان ہوں۔

(۴۲) فرمایا تمنائے موت علامت ولایت اس وقت ہے جبکہ وہ لقاء مولیٰ

کے لئے ہو پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّکُمْ اَوْلِیَاءُ لِلّٰہِ من دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ

(۴۳) فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کرنا آپ کی مرضی کی موافق سنت ہے اور آپ کی محبت کو اپنی مرضی سے کرنا بدعت ہے۔

(۴۴) فرمایا کہ ہر بدعت قبیح ہے کل بدعۃ ضلالۃ میں کل استغراق کے لئے ہے حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے تھے کاش ہمارے زمانے کے علماء بدعت حسنہ کا لفظ استعمال کرنا ترک کر دیتے۔ حضرت خواجہ مجذوبؒ کا شعر خوب ہے ؎

قول جو تھا حق وہی لب پر رہا　　حلق میرا گو تہہ خنجر رہا

(۴۵) فرمایا ایک صوفی کو ہدیہ آتا تھا وہ تقسیم فرما دیا کرتے تھے الہدایا مشترکۃ پر عمل تھا مگر امام ابو یوسفؒ ہدایا گھر بھجوا دیتے تھے کیونکہ یہ فقیہہ تھے صوفی پر غلبہ حال تھا یا ان کے بال بچے نہ رہے ہوں گے۔

(۴۶) فرمایا دو تہائی اولیاء حنفی گذرے ہیں امام ابو حنیفہؒ کا مقام قرب نہایت اعلیٰ ہے۔

(۴۷) فرمایا حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحبؒ جہاں وضو فرماتے تھے وہاں کچھ پودے پیدا ہو گئے تھے کیمیا گروں نے آزمایا تو ان سے سونا بننے لگا۔ جب شاہ صاحبؒ کو خبر ہوئی تو سب اُکھاڑ پھینکا حضرت امام غزالیؒ کے زمانے میں جب کیمیا کا بہت غلبہ ہوا تو آپ نے کیمیائے سعادت لکھی تاکہ دائمی سعادت اور راحت کا نسخہ ہاتھ لگے پھر حضرت پرتابگڈھی نے یہ مصرعہ پڑھا ع

ہر کیمیا سے بہتر دل کو گداز کرنا

(۴۸) فرمایا کہ غالب نے کہا تھا ؎

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

اس کی اصلاح اس طرح سے کر دی ہے ؎

جانتے گر ثواب طاعت و زہد
پھر طبیعت نہ کیوں ادھر آتی

(۴۹) فرمایا کہ شریعت کے حدود عاشقوں کے لئے انعام عظیم ہیں ؎

اگر آزاد ہم ہوتے خدا جانے کہاں ہوتے
مبارک عاشقوں کے واسطے دستور ہو جانا

(۵۰) فرمایا کہ کمال تفویض اور حق تعالیٰ کی مرضی پر راضی رہنا سلوک کا اعلیٰ مقام ہے اس مضمون پر میرا یہ شعر ہے ؎

گذر گئی جو گذرنا تھی دل پہ پھر بھی مگر
جو تیری مرضی کے بندے تھے لب ہلا نہ سکے

(۵۱) فرمایا کہ رسوخ نسبت یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت قلب کو تعلق خاص عطا رہنا اور کسی وقت غفلت اور ذہول نہ ہونا اس مضمون کو اس شعر میں اللہ تعالیٰ نے عجیب انداز سے بیان کرا دیا ہے ؎

شکر ہے درد دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

(۵۲) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی معیت خاصہ کی لذت کو اس شعر میں اس طرح بیان کیا ہے ؎

معیت گر نہ ہو تیری تو گھبراؤں گلستاں میں
رہے تو ساتھ تو صحرا میں گلشن کا مزہ پاؤں

(۵۳) فرمایا کہ طالب کے لئے اپنی رائے کا فنا کرنا اس راہ کی اولین شرط ہے جس کو میں نے اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پایئے
کیوں آپ اہل عشق کی محفل میں آیئے

(۵۴) فرمایا کہ غالبؔ کا شعر ہے کہ ؎

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

یہ شعر مایوسی پیدا کرتا ہے میں نے اس کی ترمیم و اصلاح اس طرح کی ہے۔

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا
شرم کو خاک میں مِلاؤں گا
ان کو رو رو کے میں مناؤں گا
اپنی قسمت کو یوں بناؤں گا

احقر مؤلف عرض کرتا ہے جن حضرات کو طریق سے مناسبت ہے وہ ان اشعار کی قدر خوب سمجھیں گے کہ مایوس بندوں میں بھی یہ اشعار اُمید کی روح پھونک دینگے۔

(۵۵) فرمایا کہ میں تمہارے اس مصرعہ پر اپنا مصرعہ لگاتا ہوں

جو محبّت میں جاں گنواتا ہے
ایک عالم الگ بناتا ہے

مصرعہ اولیٰ حضرت کا ہے اور ثانیہ احقر کا ہے۔

(۵۶) فرمایا کہ اپنے احباب کی ملاقات کی مسرت کو اور جُدائی اور رخصت ہونے کے غم کو اس شعر میں بیان کیا ہے۔

ترا آنا مرے احساس میں جانِ مسرت ہے
مگر جانا ستم ہے غم ہے حسرت ہے قیامت ہے

احقر مؤلف عرض کرتا ہے حضرت پرتاب گڈھی اپنے خدام اور دوستوں کے جاتے وقت

اس شعر کو اکثر پڑھا کرتے ہیں۔

(۵۷) فرمایا کہ آج بہت کمزوری اور نقاہت تھی لیکن پھر دستوں کی ملاقات کو نکل پڑا اور پھر یہ شعر اسی وقت فی البدیہہ پڑھا ؎

دم نہیں ہمت نہیں لیکن نکل پڑتا ہوں میں
یاد آئی ان کی جب احمدؔ اچھل پڑتا ہوں میں

(۵۸) فرمایا کہ ابھی ابھی یہ اشعار تازہ ہوئے ہیں اگرچہ آپ سے ملاقات ابھی ابھی ہوئی لیکن پھر دل نے چاہا کہ ع پھر ملاقات تری بارِ دگر ہو جائے (یہ مصرعہ حقیر مؤلف کا ہے) پھر حضرت پرتاب گڈھی نے اپنا تازہ شعر سنایا

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں
محبت دے کے تڑپایا گیا ہوں
سمجھتا خاک اسرارِ محبت
نہیں سمجھا میں سمجھایا گیا ہوں

(۵۹) فرمایا کہ

جملہ اوراق کتب درنار کن ـــــ سینہ را از نور حق گلزار کن

اس شعر میں نورِ حق سے مراد آتش عشق الٰہی ہے یعنی جملہ اوراق کتب کو عشق حق کی آگ میں ڈال دو جس کا حاصل یہ ہے کہ زاہد خشک مت بنو طریق محبت اختیار کرو یہ راہ جلد منزل تک پہنچاتی ہے اسی طرح یہ مصرع جو ہے ع

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

یہاں بھی مراد یہی ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرو جو صرف عاشقان خدا یعنی اہل اللہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر نظر مرشد ضروری نہ ہوتی تو درسیات کا ہر فارغ ولی اللہ بھی ہو جاتا۔

(۶۰) فرمایا کہ بصیرت کی آنکھیں جب کھل جاتی ہیں تو فنائیت اس کی لازمی علامت ہوتی ہے۔ پھر اپنا یہ شعر پڑھا ؎

کھل گئی جب سے چشم بصیرت　　اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم

(۶۱) فرمایا کہ لوگ قیود شریعت سے گھبراتے ہیں حالانکہ یہ وہ لذیذ قید ہے جس کو میں نے اس طرح بیان کیا ہے۔

قیودِ شرح پہ واللہ سو آزادیاں قرباں

کہاں یہ حظ نفسانی کہاں وہ لطف روحانی

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ محبت کی پابندیاں عاشقوں کو لذیذ ہوتی ہیں چنانچہ خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

پابند محبت کبھی آزاد نہیں ہے

اس قید کی اے دل کوئی میعاد نہیں ہے

(۶۲) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ تصوف کی اصطلاحات فنا و بقا و قبض و بسط عہد صحابہؓ میں نہ تھی یہ سب صوفیوں نے بنا رکھی ہے میں نے کہا آپ کو کسی اور فن کے اصطلاحات سے نفرت ہے یا صرف تصوف ہی سے وحشت ہے۔ آپ نے فن اصول حدیث میں حدیث مرسل موقوف منقطع حسن۔ صحیح۔ مرفوع وغیرہ جو پڑھا ہے کیا یہ اصطلاحات اس زمانے میں تھیں۔ اب جواب سنیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لایؤمنُ احدُکم حتیٰ یکون ھواہ تبعاً لما جئتُ بہ پس اپنی خواہشات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے تابع کر دینا بدرجۂ کمال یہی فنا ہے اور اعمال سنت پر استقامت یہی بقا ہے۔ اس جواب سے موصوف مطمئن اور مسرور ہو گئے۔

(۶۴۳) فرمایا کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں بعض اہل قلم سے نہایت درجہ فروگذاشت اور نادانی اور علمی سطحیت اور تفقہ و تدبر علمی سے بے مائگی کا ظہور ہوا ہے پھر عظمت صحابہؓ پر یہ شعر پڑھا ؎

بیچ میں شمع تھی اور چاروں طرف پروانے
ہر کوئی اس کے لئے جان جلانے والا

پھر حضرت پرتابگڈھی دامت برکاتہم نے بیس دلائل عظمت صحابہ کرامؓ پر بیان فرمائے۔

(۱) اگر تنقید سے کسی صحابیؓ کو بالاتر نہ سمجھنے کا حاصل یہ ہو کہ کسی کا بھی تزکیہ کامل نہ ہوا جب کہ ان کے مُزکّی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو یہ قول لازمی طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تربیت اور شان تزکیہ کی تنقیص اور توہین کرتا ہے کہ نعوذ باللہ آپؐ کے شاگردوں میں ایک بھی کامل نہ پیدا ہو سکا کہ وہ شریعت میں فانی ہوتے حالانکہ موقع تمنن پر یہ آیات نازل ہوئیں تھیں لقد منّ اللہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولا الخ اگر سب ناقصوں کی بھیڑ تھی تو یہ تمنّن کیا؟

(۲) حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ان عبادی لیس لک علیھم من سُلطان اولیائے مقربین کے لئے حفاظت ہے اور انبیاء علیہم السلام کے لئے عصمت ہے۔

(۳) حدیث پاک اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم اگر کل حضرات صحابہ عادل اور مقتدا نہ ہوتے تو یہ جُملہ مشروط ہوتا مگر مطلق فرمایا۔

(۴) اگر کسی استاد کے سو شاگرد ہوں اور سب کے سب فیل ہو جائیں

تو استاد پر بالیقین حرف آئے گا لہٰذا جملہ صحابہ کرام کو معیار حق سے گرانا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کو لازم کرتا ہے۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا بھا بالنواجذ (او کما قال)

(۶) حدیث موقوف کو حکماً مرفوع قرار دیا گیا اور اس پر امت کا اجماع ہے پس ان کا عدل اور ان کی دیانت پر اجماع ہوا کیونکہ دین کے باب میں حضرات صحابہؓ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں گھڑ سکتے۔

(۷) حَبَّبَ الیکم الایمان وَزَیَّنَہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون فضلاً من اللہ ونعمۃ واللہ علیمٌ حکیم حق تعالیٰ شانہ ان آیات مذکورہ میں حضرات صحابہ کے قلوب میں اپنی طرف سے جس تحبیب ایمان اور تکریہ کفر وفسوق اور عصیان کا ذکر فرمایا ہے کیا یہ تحبیب وتکریہ ناقص تھی جو ان کے ایمان اور حفاظت عن المعاصی پر اعتراض کیا جا رہا ہے پھر اولئک ھم الراشدون جملہ اسمیہ سے بیان فرما کر کیا دوام رشد اور ثبات واستقامت کی خوشخبری نہیں دی آگے علیم وحکیم بیان فرما کر حق تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا کہ یہ انعامات کا منجملہ اور مصالح وحکمتوں کے یہ بھی ہے کہ بعد کے نا اہل و نادان اہل قلم کے اعتراضات لچر سے ہم باخبر ہیں اس فتنے کے انسداد کی خاطر ہماری حکمت ان بشارتوں کی مقتضی ہوئی۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ علیم وحکیم کے عجیب لطائف حضرت نے بیان فرمائے جو قابل وجد ہیں۔

(۸) یوم عرفہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی تو کیا اس اکمال اور اتمام کا مصداق بھی کوئی اس وقت تھا یا نہیں

اگر سب کے سب ناقص اور معیار حق سے گرے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے تو ان آیات کے نزول کا صرف یہ مقصد ہوا کہ یہ اکمال اور اتمام صرف لغت تک محدود تھا مگر ان مفاہیم کے مصادیق نہ تھے۔

(۹) کنتم خیر اُمّۃ کے مصداق حضرات صحابہ کرامؓ اور یہ خیر امت ان کے نزدیک گویا معیار حق سے گری ہوئی ہے۔

(۱۰) اخرجت للنّاس کے باوجود اگر حضرات صحابہ کی جماعت غیر معیار حق ہے تو تمام انسانوں کے لیے ان کو نمونہ بنا کر کیوں پیش کیا گیا تمام عالم کے انسانوں کو یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں اور خود ان کی عملی زندگی نعوذ باللہ معیار حق سے گری اور تنقید سے ملوث ہو

(۱۱) حضرات صحابہ کا ایک مُد جو صدقہ غیر صحابی کے اُحد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنے سے افضل کیوں ہے کیا ان کے مقام اخلاص کی بلندی پر غیر صحابی پہنچ سکتا ہے۔

(۱۲) من سب اصحابی فقد سبّنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تعلق حضرات صحابہؓ سے کس طرح کا بیان فرمایا۔

(۱۳) جادوگروں نے اٰمنّا بربّ العالمین کے بعد ربّ موسیٰ وھٰرُوْنَ کیوں کہا تھا کہ فرعون کی ربوبیت سے مطلق نفی ہو جاوے ایک نظر ایمان کے ساتھ نبی کو دیکھنے سے ایمان کا کیا مقام عطا ہوتا ہے ستر ہزار جادوگروں نے دھمکی دی اور فرعون کو دھمکی دی کہ فاقض ما انت قاض اس کا ترجمہ میں یہ کرتا ہوں اے کرجو تجھے کرنا ہو تو اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہے کہ انمّا تقضی ھٰذہ الحیوٰۃ الدنیا۔ ابھی تو مقابلے کے لیے آئے تھے اور ابھی ابھی ایمان عطا ہوا تھا نہ صحبت ملی نہ نماز نبی کے ساتھ پڑھی نہ جہاد کیا نہ نبی کے

ساتھ کھانا کھایا مگر یہ چند سکنڈ میں نبی کا کیا فیض ہوا جو ایمان کے اتنے بلند مرتبے پر ان کو لے گیا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سید الانبیاء ہیں ان کی صحبت سے ایمان کا کیا مرتبہ حضرات صحابہؓ کو حاصل ہوا ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ میری شریعت کی اتباع کرتے تو وہ حضرات صحابہ کرام جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھیں کھانا کھایا مدتوں رات دن ساتھ رہے جہاد کیا ان کو کس درجہ کا ایمان عطا ہوا ہوگا۔ ان کی بلندی کا کیا مقام ہوگا کیا ان پر زبان درازی جائز ہو سکتی ہے۔

حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ نبی اور صدیق ایک گھاٹ سے پانی پیتے ہیں فرق یہ ہوتا ہے نبی اصل ہوتا ہے اور صدیق طفیلی ہوتا ہے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے جھگڑا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک ہمارے صدیق کو راضی نہ کرو گے خدا کا رسول راضی نہ ہوگا۔

(۱۴) اہل بیت کی مثال کشتی کی سی ہے اور اصحابی کالنجوم فرمایا کشتی ستاروں کی مدد سے رہنمائی حاصل کرتی ہے وبالنجم ھم یھتدون۔ پس اہلبیت کو ماننا بھی ضروری ہے اور اصحابؓ کو ماننا بھی ضروری ہے۔

(۱۵) رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا پروانہ بھی انہیں کو ملتا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا اور حق تعالیٰ شانہٗ ان سے راضی ہوئے۔ بوجہ حسن ظن اس ناکارہ عبد احقر مؤلف کو ۸ مئی ۸۷ء کو بمبئی آل انڈیا تحفظ ناموس صحابہؓ کے اجلاس کا صدر بنایا گیا تھا احقر نے اس میں اپنا مقالہ بھی سنایا تھا جو وہاں سے عنقریب شائع ہونے والا ہے اور احقر کا حضرات صحابہؓ کی عظمت وشان پر وعظ بھی ہوا تھا جس کو منتظمین حضرات نے ٹیپ بھی کیا تھا۔ احقر کی حاضری اس جلسہ میں حضرت مرشدنا مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کے مشورہ سے ہوئی تھی

حضرت والا کی برکت سے جلسہ گاہ ہی میں یہ دو شعر بھی ہو گئے تھے جن کو یہاں درج ذیل کرتا ہوں۔

خدا نے خود جنہیں بخشا رضامندی کا پروانہ
انہیں پر بعض ناداں کچھ گھڑا کرتے ہیں افسانہ
خدا کی رائے سے بھی منحرف تو ہے معاذ اللہ
میں کہہ دوں کیوں نہ اے ظالم تجھے پھر حق سے بیگانہ

حضرات والا ہر دو ئی دامت برکاتہم ان اشعار سے اور احقر کے بیان سے بہت مسرور ہوئے تھے۔

(۱۹) اللہ اللہ فی اصحابی الخ کی حدیث میں کس اہتمام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہؓ کے بارے میں محتاط رہنے اور ان سے محبت اور حسن ظن کا حکم دیا ہے کہ میرے بعد ان کو نشانۂ ملامت و اعتراض نہ بنانا۔

(۱۷) اگر کسی صحابی سے کوئی اجتہادی خطا بھی ہوئی ہے تو بھی انہیں ایک اجر ملے گا اور صحیح تحقیق پر دو اجر ملیں گے۔ ہمارے سید بدر علی شاہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہاں پیسہ بھر کہاں بھینسہ بھر۔ (چہ نسبت خاک را با عالم پاک کا اردو بامحاورہ ترجمہ کر دیا۔)

(۱۸) اگر ہم صحابہ کرامؓ سے کٹتے ہیں اور ان کے عدل و انصاف و دیانت کو غلط سلط تاریخی روایات سے مجروح کرتے ہیں تو قرآن ہم کو ان سے ملا حدیث ان سے ملی تو ہم پھر کس کے پاس جائیں گے کہ جس سے ان کی صحت کا پتہ چلے کیونکہ بقول ان کے صحابہ تو قابل اعتبار نہ رہے اب کسی اور کا نام بتاؤ جس کے پاس ہم جائیں اور وہ قرآن اور حدیث کی صحت پر گواہی دے اور اس سے کوئی چوک نہ ہوئی ہو اور اس کی دیانت و عدالت حضرات صحابہؓ سے زیادہ ہو۔

(۱۹) اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہؓ کی جماعت کو اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ هم المفلحون فرمایا ہے تو کیا یہ اللہ کا گروہ غیر معیار حق تھا اور تنقید سے ملوث تھا تو کیا اولئک حزب الشیطان الا اِنَّ حِزْبَ الشیطان هم الخٰسرون شیطانی گروہ میں کوئی معیار حق ملے گا؟

(۲۰) اولئک کتب اللہ فی قلوبهم الایمان وایدهم بروح منه (ترجمہ) ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا تھا اور ان کو اپنے فیض سے قوت دی ہے یہ آیات حضرات صحابہ کرامؓ کی شان میں نازل ہوئی ہیں پھر ان کے ایمان کو معیار حق نہ تسلیم کیا جاوے گا تو پھر کس کا ایمان معیارِ حق ہوگا۔

(۶۴) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے جب بیان شروع کرتا ہوں تو حق تعالیٰ عجیب عجیب علوم عطا فرماتے ہیں پھر اپنا یہ شعر سُنایا۔

کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے
مجھے خود کر دیا روح المعانی
جو آ سکتا نہیں وہم و گماں میں
اسے کیا پا سکیں لفظ و معانی۔

(۶۵) فرمایا حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے کہ غیبت زنا سے اشد کیوں ہے اس لئے کہ زنا باہی گناہ جس پر ندامت طاری ہوتی ہے اور غیبت کا منشا تکبر ہے پس گناہ جاہی اشد ہے گناہ باہی سے احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ زنا کو بھی خفیف گناہ نہ سمجھے کہ اس کی شرم گاہ سے دوزخ میں ایسی بدبو پیدا ہوگی کہ دوسرے دوزخی بھی اس بدبو سے پناہ مانگیں گے جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے۔

(۶۶) فرمایا کہ حضرت محمد نعیم صاحب فرنگی محلی کے پاس دو شخص آئے اور دریافت کیا کہ حضرت علیؓ حق پر تھے یا حضرت معاویہؓ حق پر تھے، فرمایا تمہارا مشغلہ معاش کیا ہے ایک نے کہا میں کپڑا رنگتا ہوں دوسرے نے کہا میں کپڑے پر پھول بناتا ہوں فرمایا تم جاؤ کپڑا رنگو اور تم جاؤ پھول بناؤ۔ قیامت کے دن تمہارے پاس ان کا فیصلہ نہ آئے گا۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ اگر شاہزادوں کی آپس میں لڑائی ہو جاوے تو اس کا فیصلہ شاہ کرے گا رعایا اگر گستاخی کرے گی تو اس کی گردن ناپ لی جائے گی اسی طرح حضرات صحابہؓ کے مشاجرات میں ہم سب پر سکوت لازم ہے وہ سب حضرات مخلص تھے اپنے اجتہاد سے ہر ایک حق پر تھا اور سب عادل ہیں اور سب کے لئے رضامندی کا پروانہ ہے۔ ہم سب کو اپنی خیر منانی چاہیئے اور اپنی فکر ہونی چاہیئے، لَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ کی آیت جن کے لئے ہے ان کی بڑی فکر ہے اور اپنے انجام کی خبر نہیں۔

(۶۷) فرمایا ایک نوجوان لڑکا حضرت گنگوہیؒ کے پاس اپنے رشتے کے لئے تعویذ مانگنے گیا فرمایا کہ مجھے تعویذ نہیں آتی اس نے کہا ہم تو یہاں سے بدون لئے نہ ہلیں گے۔ فرمایا ارے بھائی مولوی یحییٰ کاغذ لاؤ اس پر لکھا یا اللہ میں تعویذ جانتا نہیں یہ مانتا نہیں تو اس کا مالک ہے یہ تیرا بندہ تو جانے تیرا کام۔ جیسے یہ گھر گیا اس کا رشتہ فوراً ہو گیا یہ اقطاب زمانہ تھے۔

(۶۸) فرمایا کہ مثنوی میں حضرت رومیؒ نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک نوجوان کسی عورت پر عاشق تھا اس عورت نے کہا مجھ سے زیادہ میری بہن خوبصورت ہے وہ پیچھے ہے وہ اس کو چھوڑ دوسری کو دیکھنے لگا۔ اس عورت نے اس کو ایک

طمانچہ مارا اور کہا اگر تو مجھ پر عاشق ہوتا تو غیر پر نظر نہ ڈالتا۔

ع پس چرا بر غیر افگندی نظر

پھر حق تعالیٰ کے عاشقین کو ذرا عبرت پکڑنا چاہیئے کہ لاالہ الا اللہ کے
کے بعد غیروں سے دل لگانا کیا۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب مجذوبؒ کا یہ شعر
خوب ہے ؎

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوب
خدا کا گھر پئے عشق بتاں نہیں ہوتا

(۶۹) فرمایا کہ مرشد کامل کی باتیں ہمہ تن غور سے سُنے جس طرح حضرات
صحابہ کرامؓ سراپا ادب اور ہمہ تن گوش ہوتے تھے کیونکہ یہ نائبین رسول ہیں
صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر اپنا یہ شعر پڑھا۔

ہوجاتے تھے اصحاب ادب سے ہمہ تن گوش
اس طرح سنا کرتے تھے گفتار محمد

(۷۰) فرمایا کہ اتباع سنت زندگی کے ہر کام میں اس دھیان سے کرے کہ
ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کرتے تھے تو حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب
گنج مرادآبادیؒ فرمایا کرتے تھے بہت جلد بندہ صاحب نسبت اور حق تعالیٰ کا
محبوب ہوجاتا ہے فاتبعونی یحببکم اللہ اور چلو ہماری چال اللہ تعالیٰ
تمہیں چاہنے لگے گا۔

(۷۱) فرمایا کہ حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک شخص میرے
پاس آیا اس کے سر بن موسے اللہ نکل رہا تھا مگر خلاف سنت زندگی تھی فرائض
واجبات کا تارک تھا تو اس مشق سے اس کو کیا حاصل ہوگا۔

(۷۲) فرمایا کہ غوث وقطب وہی ہوتا ہے جس کا ظاہر بھی متبع سنت ہو اور باطن بھی متبع سنت یعنی صبر وشکر توکل اور استغنار وغیرہ کے صفات بھی ہوں۔

(۷۳) فرمایا کہ حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں جب کسی کو ڈانٹتا ہوں تو اس کو نہیں ڈانٹتا ہر آنے والے کے ساتھ اس کا شیطان بھی ہوتا ہے اس کو ڈانٹتا ہوں، پھر وہ بھاگ جاتا ہے اور خالی انسان رہ جاتا ہے چنانچہ ایک مرتد کو ڈانٹ لگایا کہ جا مردود نالائق نکل یہاں سے اسلام کا تو محتاج ہے اسلام کو تیری احتیاج نہیں بس وہ مومن ہوگیا اور اس کو ایمان اور ہدایت مل گئی۔

(۷۴) فرمایا کہ حضرت بڑے پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ جن سے کارِ نبوت لیا جاتا ہے یعنی دعوۃ الی اللہ کا کام تو ان اولیار کو استغراق سے ہوش میں لایا جاتا ہے پھر حضرت پرتا بگڈھی نے اپنے دو شعر پڑھے۔

اب سوا ان کے سب کو بھول گیا
ہو مُبارک یہ نعمت نسیاں
جس نے اپنا مٹایا نام ونشاں
ہفت اقلیم کا بنا سُلطاں

(۷۵) بندہ عبادت کے باوجود بوجہ تکبر خدا سے دور ہوجاتا ہے اور گنہگار بوجہ ندامت اور سچی توبہ کی برکت سے خدائے تعالیٰ سے قریب ہوجاتا ہے ان اللہ قریبٌ من المحسنین فرمایا ہے نہ کہ من المجرمین پس عابد متکبر مجرمین سے ہے محسنین سے نہیں ہے۔

(۷۶) ایک دوست سے فرمایا جب وہ جانے لگے سے

ترا اٹھ کر چلا جانا قیامت ہے قیامت ہے
غضب ہے روز روشن کا شب دیجور ہو جانا

(۷۷) فرمایا کہ ؎

عشق میں بھی میں سر بہ سر کبر و غرور و ناز ہوں
کس کا نیاز مند ہوں سب سے جو بے نیاز ہوں

(۷۸) فرمایا کہ ؎

وہ مالک ہیں جسے چاہیں نوازیں اپنی رحمت سے
نہیں دیکھا کہ کسی ذرالنار کا ذوالنور ہو جانا

(۷۹) فرمایا کہ بعض حالات دل پر ایسے گذرتے ہیں کہ زبان اس کے لئے لغت سے قاصر ہوتی ہے پھر یہ شعر پڑھا ؎

قیامت ہے ترے عاشق کا مجبور بیاں رہنا
زباں رکھتے ہوئے بھی اللہ اللہ بے زباں رہنا

(۸۰) فرمایا کہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ سے یہ بھی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مقابلہ میں ان کے اقوال کو حجت بنایا جاوے۔

(۸۱) فرمایا اللہ والوں کا عیش اور سکون دائمی ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ حیّ و قیوم ہیں۔ ع

جس کا حال ہے رشک جنت اس کا کیا ہوگا مستقبل

اور اتباع شریعت کے متعلق فرمایا کہ ؎

ساز و سامان عیش دوام آگیا
یعنی حکم سجود و قیام آگیا

(۸۲) فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ محبت شدیدہ مطلوب نہیں بلکہ تمام کائنات سے اشد ہونا چاہیئے اور اگر یہ نہیں تو دعویٰ محبت کا ایسا ہی ہے جو بے دلیل ہے اور یہ اشعار سنائے ۔

محبت محبّت تو کہتے ہیں لیکن
محبت نہیں جس میں شدت نہیں ہے
محبت کے آئین ہیں سب پرانے
خبردار ہوں اس میں جدت نہیں ہے

(۸۳) فرمایا کہ میری تحقیق یہ ہے کہ حضرت منصورؒ حلاج کے اگر بیوی اور بچے اور لڑکیاں ہوتیں اور اعزا و داماد اور تمام رشتوں کے تقاضے مسلط رہتے اور ان کی ذمہ داریاں ہوتیں تو انا الحق نہ نکلتا ۔ رشتہ داروں سے جو غم اور رنج پہنچتا ہے وہ توازن کو ٹھیک کر دیتا ہے ان سے اکثر لخت دل کھانے کو اور خون جگر پینے کو ملتا ہے پھر یہ شعر پڑھا ؎

جور و ستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
احمدؔ نے اس کو بھی تہہ دل سے دعا دیا

(۸۴) فرمایا کہ حضرت بڑے پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ جب مولوی درسیات سے فارغ ہو تو فوراً منبر پر نہ بیٹھے کچھ دن اللہ والوں کی صحبت میں اپنے نفس کو مٹائے اور اخلاص حاصل کرے ۔

(۸۵) فرمایا کہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ نے منصب امامت میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام مثل خاک کے نہ خاموش رہتے ہیں اور نہ مثل آگ کے پر جوش ہوتے ہیں (یعنی اعتدال ہوتا ہے) برعکس اولیائے کرام پر حالات کا غلبہ بھی احیاناً ہو جاتا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جس کا عروج کامل ہوگا اور نزول ناقص

ہوگا اس سے بھی ہدایت کا کام نہیں ہوتا جس کا عروج اور نزول دونوں کامل ہوتا ہے وہ منصب ارشاد کا اہل ہوتا ہے۔

(۸۶) فرمایا کہ حضرت بڑے پیر صاحب نے لکھا ہے کہ جب کوئی طالب شیطان و نفس سے خلاصی پاکر صاحب نسبت ہوجاتا ہے تو دل چاہتا ہے اس پر قربان ہوجاؤں کہ حق تعالیٰ نے میرے ہاتھوں سے اپنا ایک بندہ واصل بنادیا اور فرمایا کہ اخلاص کا ایک ذرہ بطور صدقہ ہی لوگ مجھے دیدیں مخلص بہت کم ملتے ہیں۔

(۸۷) فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ تھی۔

سم کے عوض دار وئے شفا دی طعن کے بدلے نیک دعا دی
زخم کے بدلے بخشا مرہم صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا کہ مبلغ اور داعی کے اندر جب تک یہ شان نہ پیدا ہو وہ دعوت کا اہل نہیں۔

(۸۸) احقر نے جب حضرت پرتاب گڈھی دامت برکاتہم کو اپنے سفر بمبئی کی خوشخبری سنائی تو قاصد کے ذریعہ والانامہ بھیجا احقر اس وقت ڈاکٹر صلاح الدین صاحب کے گھر مقیم تھا مضمون والانامہ یہ ہے۔

عزیز محترم و مخلصم سلمہ اللہ

سلام مسنون و دعائیں الحمد للہ میری دعا قبول ہوئی اضطراب انشراح میں تبدیل ہوگیا۔

تہہ دل سے میرے نکلتا ہے احمد
مبارک مبارک مبارک مبارک

(۸۹) فرمایا کہ اہل بدعات کے حال پر بھی میرا شعر ہے ؎

حال تیرا جال ہے مقصود تیرا مال ہے!
کیا خوب تیری چال ہے لاکھوں کو اندھا کر دیا

(۹۰) فرمایا کہ حضرت شیخ الہندؒ مرادآباد میں بیان فرما رہے تھے ایک جاہل کھڑا ہوا اور کہا آپ نے حدیث کا ترجمہ غلط کیا آپ نے فرمایا کہ آیئے آپ صحیح ترجمہ کر دیجیے ذرا تغیر نہ ہوا یہ ہمارے اکابر کا ضبط و صبر جمیل تھا۔

(۹۱) فرمایا کہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کا وعظ ہو رہا تھا درمیان وعظ ایک معاند جاہل کھڑا ہوا اور کہا تم حرامی ہو مولانا نے فرمایا میری ماں کے نکاح کے گواہ اب تک زندہ موجود ہیں لہذا یہ قول تمہارا غلط ہے اللہ اکبر کیا کمال صبر و ضبط تھا۔ پھر حضرت پرتابگڈھی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جس کے سینے میں مخلوق کا کینہ ہوگا اس میں نور حق کیسے آئے گا۔

(۹۲) فرمایا کہ لڑکیوں کیلئے رشتہ ملنے کے لئے یا وَدُوْدُ ۱۰۰ یا لَطِیْفُ ۱۰۰ سو سو مرتبہ پڑھنا اور دعا کرنا مجرب ہے اور ظالم کے قلوب کو نرم کرنے کے لئے بھی مجرب ہے۔

(۹۳) فرمایا کہ میں نے مومن اور منافق کی صفات کو اس شعر میں بیان کیا ہے۔

صفت مومن کی یہ ممکن نہیں ہے حق سے ٹل جانا
منافق کی صفت یہ ہے کہ ہر سانچے میں ڈھل جانا

(۹۴) فرمایا کہ حسد کی بیماری پر بھی ہمارے دو شعر ہیں۔

حسد کی آگ میں کیوں جل رہے ہو
کفِ افسوس تم کیوں مل رہے ہو
خدا کے فیصلے سے کیوں ہو ناراض
جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو

(۹۵) احقر کی حاضری ذراسی دیر سے ہوئی تو مسکرا کے فرمایا

آپ کا انتظار کرتا ہوں شوق کو اپنے پیار کرتا ہوں
آپ آتے ہیں جب تصور میں میں خزاں کو بہار کرتا ہوں

احقر مؤلف حضرت والا کی شفقت وعنایت پر زبان شکر سے قاصر ہے اور ان عنایات کو از قبیل اس مصرعہ کے سمجھتا ہے۔ ع

شاہیانے بشکاءے مگسے می آید

(۹۶) فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں حضرت صدیق اکبرؓ کو پست آواز میں تلاوت کرتے پایا اور حضرت فاروق اعظمؓ کو بلند آواز سے تلاوت کرتے ہوئے پایا آپ نے وجہ دریافت فرمائی تو حضرت صدیقؓ نے عرض کیا کہ جب حق تعالیٰ سنتے ہیں تو بلند آواز کی ضرورت نہیں اور حضرت فاروق اعظمؓ نے جواب دیا کہ میں بلند آواز سے تلاوت کرکے شیطان کو بھگاتا ہوں ہر دو حضرات کی نیت اچھی تھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم آواز کو قدرے بلند کرلو اور ان سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کو ذرا پست کرلو۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے عوارف المعارف میں اس حدیث کو نقل کرکے اپنی تحقیق یہ لکھی ہے کہ یہ درحقیقت افناء تجویز شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھا (تاکہ کمال اتباع سنت نبوی نصیب ہو)

(۹۷) فرمایا کہ طریق میں فنائے نفس کا اہتمام بہت ضروری ہے ورنہ کچھ حاصل نہ ہوگا یعنی نفس نہ مٹا تو کچھ نہ ملے گا پھر یہ شعر پڑھا ؎

پوچھ لے ہر تخم سے بستاں میں جا
خاک میں ملنے سے تجھ کو کیا ملا

مدرسہ میں عشق کے جس کی بھی بسم اللہ ہو
اس کا پہلا ہی سبق یار و فنا فی اللہ ہو

(۹۸) فرمایا کہ حضرت خواجہ معصوم باللہ فرماتے ہیں کہ اگر اتباع سنت اور شیخ سے عقیدت حاصل ہو تو پھر کوئی خوف نہیں منزل بے خطر ہے۔

(۹۹) فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ شیطان جب کسی سالک کو گمراہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں شیخ کی طرف سے بدگمانی پیدا کرتا ہے بس اس کو خطرات شیطانی سمجھ کر حق تعالیٰ سے پناہ مانگنا چاہیئے۔ احقر مولف عرض کرتا ہے کہ اہل اللہ سے بدگمانی کے وقت حضرت عارف رومیؒ نے یہ مشورہ دیا ہے۔

سجدہ گہہ را ترکن از اشک رواں
کہ خدایا وارہاکن زیں گماں

ترجمہ:۔ سجدہ میں گرکر خوب روئے کہ سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر ہو جائے اور حق تعالیٰ سے دعا مانگے کہ اے خدا اس برے گمان سے مجھے رہائی عطا فرما۔

(۱۰۰) فرمایا کہ حضرت سید صاحبؒ سے مولانا عبدالحیٔ صاحبؒ نے عرض کیا کہ ایسی ۲ رکعات نماز پڑھا دیجیئے جو حدیث نفس سے محفوظ ہو فرمایا دیکھا جائے گا بس ایک دن فرمایا مولانا آیئے اللہ کے لئے وضو کر لیجیئے جب با وضو ہو گئے فرمایا مولانا اللہ کے لئے ۲ رکعت نماز پڑھ لیجیئے بس اس جملہ میں یعنی اللہ کے لئے نجانے کیا نور تھا جو ان کے قلب میں اتر گیا اور ۲ رکعت ایسی نصیب ہو گئی جیسی مولانا کو تمنا تھی۔ یہی وہ آواز اللہ والوں کی ہوتی ہے جو مصداق ہے اس کے ؎

جی اٹھے مردے تری آواز سے
پھر ذرا مطرب اسی انداز سے

(۱۰۱) فرمایا کہ امام محمد غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اللہ کے لئے شیخ کی جو محبت ہوتی ہے اس میں تو اصلاح نفس کا بدلہ موجود ہے کوئی ایسا اللہ والا جو شیخ اور مصلح نہ ہو اس کی محبت اللہ کے لئے کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ محبت

جس کو حق تعالیٰ نے اپنے اوپر احساناً اور تفضلاً واجب فرمایا ہے مل جاویگی کماورد فی الحدیث وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ للمتحابین فی الخ (مشکوٰۃ)

(۱۰۲) فرمایا کہ جس گھر میں خوف وہراس اور شیطانی اثرات محسوس ہوں تو سوتے وقت آیۃ الکرسی چاروں قل سورہ فاتحہ پڑھ کر سوئیں اور صبح شام سات مرتبہ اعوذ بکلمات اللّٰہ من شر ماخلق پڑھ لیا کریں تو سب خوف اور اثر سے وہ گھر محفوظ ہوجاوے گا۔

(۱۰۳) فرمایا علامہ شعرانیؒ نے فرمایا کہ ایک شیخ آئے میں نے کہا آپ کی روزی حرام ہے وہ ناراض ہوگئے بات صحیح تھی لیکن ۱۷ سال تک ان کو راضی کرتے رہے جب خوش ہوگئے تو قرار آیا، احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ اللہ والوں کو یہ خوف ہوتا ہے کہ شاید اس سے بہتر عنوان سے یہ نکیر ہوسکتی تھی جس سے مخاطب کو وحشت اور اذیت بھی نہ ہوتی اور تبلیغ بھی ہوجاتی اس لئے وہ ان کو راضی کرتے رہے نیز بندگان خدائے تعالیٰ پر بعض اہل اللہ کو شفقت اور ترحُّم کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ مخاطب کو بھی اپنا خواجہ تاش سمجھتے ہیں محکوم یا حقیر نہیں سمجھتے ؎

من وتو ہر دو خواجہ تاشانیم
بندۂ بارگاہ سلطانیم (سعدیؒ)

(۱۰۴) فرمایا ایک بزرگ اپنی مجلس میں خاموش بیٹھے تھے احباب آتے رہے جمع ہوتے رہے بعضوں نے درخواست کی کہ کچھ ارشاد فرمایا جاوے وہ بزرگ خاموش ہی رہے مجمع کثیر تھا لوگوں کو تعجب تھا کہ کیا بات ہے بس ایک صاحب کے آتے ہی اُن بزرگ نے بولنا شروع کردیا اور پھر عجیب عجیب علوم بیان فرمائے بعد ختم مضمون فرمایا کہ میں نے جو شربت ہاتھی کے

لئے گھول رکھا تھا اُسے چیونٹیوں کو کیسے پلا دیتا۔ مراد یہ کہ ہر ایک علم کے لئے اس کا اہل تلاش کیا جاتا ہے۔ جب مخاطب صحیح مل جاتا ہے تو مضامین خود بخود جوش مارنے لگتے ہیں۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے حضرت عارف رومیؒ نے اسی کو یوں بیان فرمایا ہے۔

گر سخن کش بینم اندر انجمن　　صد ہزاراں گل بر ویم در چمن

(ترجمہ) اگر مخاطب صحیح اور طالب صادق مل جاتا ہے تو مجلس میں ہزاروں علوم کے پھول اہل طلب پر برسا دیتا ہوں۔

(۱۰۵) فرمایا کہ جب مضامین محبت اور اسرار محبت قلب میں وارد ہوتے ہیں اور کوئی مخاطب قدر دان اور صحیح نہیں ملتا یہی شعر اس وقت پڑھتا ہوں۔ ؎

داستاں عشق کی ہم کس کو سنائیں آخر
جس کو دیکھو وہی دیوار نظر آتا ہے

(۱۰۶) فرمایا کہ دنیا کے عشاق اور مولیٰ کے عشاق میں اس شعر کے اندر امتیازی صفت بیان کی گئی ہے ؎

یوں تو ہوتی ہے رقابت لازماً عشاق میں
عشق مولیٰ ہے مگر اس تہمت بد سے بری

اللہ والے مخلصین آپس میں بے نفس ہو کر ملتے جلتے اور محبت رکھتے ہیں۔ حضرت سعدی شیرازیؒ فرماتے ہیں۔

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم
بندۂ بارگاہ سلطانیم　　(از مرتب)

(۱۰۷) فرمایا کہ عدی بن حاتم جب ایمان لائے تو انھوں نے کہا اتخذوا احبارھم ورھبانھم من دون اللہ اربابا کی جو آیت ہے میں نے اپنے پیشواؤں کو رب نہیں بنایا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے اقوال کو خدا اور رسول کے مقابلے میں حجت سمجھنا یہی ان کو رب بنانا ہے پھر اپنا یہ شعر پڑھا ؎

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار کیا ہے کسی کا قول و کردار

(۱۰۸) فرمایا کہ اہل علم کے پندار علمی کی اصلاح کے لئے میرے اس شعر کو اہل علم حضرات نے بہت پسند کیا ہے ؎

نجانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستار فضیلت گم ہو دستار محبت میں

یعنی کسی اللہ والے کی صحبت اور خدمت میں کچھ دن رہ کر پندار علمی کا صنم کدہ مسمار کر لیں تو پھر حق تعالیٰ کی محبت و معرفت کا حصول ہو جانے پر ان کا علمی مقام بھی بلند ہو جاوے گا اور معلومات معمولات بننے لگیں گے۔

(۱۰۹) فرمایا کہ اہل اللہ کا خادم ایک دن مخدوم ہو جاتا ہے (مگر نیت مخدوم بننے کی نہ ہو کہ اخلاص کے منافی ہے)

جو ہے صدق دل سے غلام محبت
وہی ہوگا اک دن امام محبت
فدا جان و دل سب بنام محبت
یہ ہے دوستو احترام محبت

(۱۱۰) ایک دن اچانک حضرات احقر کے پاس تشریف لائے جبکہ چند ہی منٹ ہوئے تھے کہ احقر حضرت والا سے رخصت ہو کر ایک دوست کے یہاں

بیٹھا تھا مسکراتے ہوئے فرمایا کہ جانتے ہو میں کیوں آیا ہوں اس کے جواب کے لیے دو شعر ابھی تازہ موزوں ہوئے ہیں۔

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں
محبت دے کے تڑپایا گیا ہوں
سمجھتا خاک اسرار محبت
نہیں سمجھا میں سمجھایا گیا ہوں

احقر کو دیگر احباب کو حضرت والا کی اس شفقت سے بڑی مسرت ہوئی۔

(۱۱۱) فرمایا کہ اللہ والوں کو حق تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت تعلق باطنی ہوتا ہے اور کسی وقت بھی ان کا قلب غافل نہیں ہوتا خواہ وہ احباب سے دینی یا مزاح بھی کر رہے ہوں یا خاموش ہوں اور میرے ان اشعار میں یہی مضامین بیان ہوئے ہیں۔

خدا کی یاد میں بیٹھے ہوں مشغول — زباں خاموش دل غافل نہیں ہے
مجھے احباب کی خاطر ہے منظور — یہ کیا طاعات میں شامل نہیں ہے
جسے منزل سمجھتا ہے تو ناداں — نشان راہ ہے منزل نہیں ہے

احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ تیسرے شعر میں سلوک کا وہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے جو کتب تصوف میں مشائخ سے اس طرح منقول ہے کہ حالات اور کیفیات یا اچھے خواب کا نظر آنا یہ علامات اور نشانات اس راہ کے تو ہیں لیکن مقصود اس سے آگے ہے اور وہ ہے امتثال اوامر اور اجتناب نواہی پر استقامت جو رسوخ نسبت باطنی کے بدون عادۃً حاصل نہیں ہوتی۔

(۱۱۲) فرمایا کہ مرشد کی صحبت اور معیت کی افادیت پر بھی میرا ایک شعر ہے۔ ؎

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آیئے

احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ یہ شعر بہت سادہ اور لذیذ ہے اور راہبر کی اہمیت پر مبسوط وعظ کا حامل ہے۔

(۱۱۴۳) فرمایا کہ میرے ایک دوست مرحوم حسامی صاحب تھے، ایک خانقاہ کے سجادہ نشین بڑے تعلیم یافتہ اور صاحب ذوق تھے احقر کی چند مجالس سے بہت متاثر ہوئے اور اپنے تاثرات کو ان اشعار میں ظاہر کیا ہے۔

ترے احساس عالی کی نزاکت میں نے دیکھی ہے
یہ شان احترام آدمیت کم نظر آئی
کسی نے کی غلط کاری ترے رخ پر عرق آیا
کسی سے بھی ہوئی لغزش طبیعت تیری گھبرائی
ہوئے ہم سے گنہ سرزد ندامت تیرے چہرے پر
ہوئیں ہم سے خطائیں اور تیری آنکھ شرمائی
جو میرا شیشۂ پندار ٹوٹا تو یہیں ٹوٹا
جو میں نے چوٹ کھائی دل پہ تو آکر یہیں کھائی

احقر عرض کرتا ہے کہ عموماً سجادہ نشینی کی انا فنا سے تبدیل ہونا مشکل ہوتا ہے لیکن اللہ والوں کی صحبت کیمیا تاثیر سے کچھ مشکل نہیں ہے۔

(۱۱۴۴) فرمایا کہ دعوۃ الی اللہ کے سلسلے میں مجھ پہ ایک زمانہ ایسا گذرا ہے کہ بہت لوگ میرے دشمن ہوگئے، حتیٰ کہ میں جس کنوئیں سے پانی حاصل کرتا تھا اس پر بھی پابندی عائد کر دی گئی اسی زمانے میں خواب دیکھا تھا کہ حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحبؒ اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ تشریف لائے ہیں اور تسلی دے رہے ہیں،

اللہ تعالیٰ نے سب فتنے ختم فرما دیئے اور ستانے والوں کے لئے ہم نے دُعائے ہدایت کی میرا ہی شعر ہے جس میں ہمیشہ کا ہمارا معمول بیان ہوگیا ہے۔

جور وستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
احمد نے اس کو بھی تہہ دل سے دُعا دیا

اسی دوران غمزدہ اور دُکھے ہوئے دل سے ایک نظم موزوں ہوئی جس کو جب بھی پڑھتا ہوں تو آنکھیں اشکبار اور دل رونے لگتا ہے

چھپاتی رہیں راز غم چُپکے چُپکے
مری آہیں نغموں کے سانچے میں ڈھلکے

میری اس نظم کو حضرت مولانا پھولپوریؒ نے بھی سُنی تھی اور بہت ہی متاثر ہوئے تھے (پھر حضرت نے خود ہی عجیب درد سے اپنے ان اشعار کو پڑھا)

راہ حق میں مظلوم اور درد بھرے دل کی آواز

بڑھ رہا ہے پھر شرور دشمناں — تجھ سے ہے فریاد ربِّ دوجہاں
ہو رہا ہے عشق کا پھر امتحاں — آتے ہیں ہر سمت سے تیر وسناں
مجھ کو جی بھر کے ستالیں شوق سے — میں نہ کھولوں گا خلاف حق زباں
حق پرستی کی سزا جور عیاں — ہے یقیناً سنّت پیغمبراں
ان کی مرضی پر مری قرباں جاں — اللہ اللہ تھا میں اس قابل کہاں
خوشتر آں باشد کہ سرّ دلبراں — گفتہ آید از حدیث دیگراں

(۱۷) فرمایا کہ میرے گھر کے سامنے ہی صحرا ہے وہاں ہم جوانی میں ستّر ہزار مرتبہ اسم ذات یعنی اللہ اللہ کیا کرتے تھے صحرا کے سنّاٹے میں ذکر کے لطف کو میں نے اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے
دیا پیام کچھ ایسا سکوت صحرا نے

احقر اختر عرض کرتا ہے کہ گلستاں سے مراد کائنات کی لذتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت کی لذت کے سامنے کائنات کی تمام لذتیں ہیچ ہو جاتی ہیں، البتہ ہر سالک کو اپنے مرشد کے بتائے ہوئے ذکر کو کافی اور نافع اور کثیر سمجھنا چاہیئے اکابر کے معمولات ذکر حتیٰ کہ اپنے شیخ کے معمولات کی نقل بھی بدون اجازت اور مشورہ نہ کرنی چاہیئے کیونکہ ہر شخص کے قویٰ اور استعداد متفاوت ہوتے ہیں۔

(۱۱۸) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا لطف اور شوق لقائے باری تعالیٰ کا مزہ جب سالک اپنے باطن میں پاجاتا ہے تو پھر اس کا حال یہ ہوتا ہے۔

دل مضطرب کا یہ پیغام ہے — ترے بن سکوں ہے نہ آرام ہے
تڑپنے سے ہم کو فقط کام ہے — یہی بس محبت کا انعام ہے
ترا عشق شاید ابھی خام ہے — جو آغاز میں فکر انجام ہے

اور فرمایا کہ

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو لیکن ترا بسمل نہیں
قیس بیچارہ رموز عشق سے تھا بے خبر
ورنہ ان کی راہ میں ناقہ نہیں محمل نہیں

اور فرمایا کہ شوق کے معنیٰ تڑپ کے ہیں اور یہ شعر پڑھا ؎

تری قربت میں پوشیدہ بہار کیف جنت ہے
تڑپنا ہجر میں تیرے محبت کی ضمانت ہے

احقر عرض کرتا ہے کہ بعض محدثین مشائخ نے لکھا ہے کہ ہماری ارواح کا

تعلق حق تعالیٰ سے ایسا ہی جیسا کہ مچھلیوں کو پانی سے ہے یعنی جس طرح پانی کے بغیر مچھلی کو سکون نہیں ملتا اگرچہ اسے تمام اسباب عیش و راحت فراہم کر دیئے جائیں اور پانی میں اگر طوفان بھی ہو تو بھی مچھلیوں کو پانی ہی مین آرام ملتا ہے ، بس حضرت پرتابگڈھی نے اس شعر میں اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے ؎

دلِ مضطرب کا یہ پیغام ہے
ترے بن سکوں ہے نہ آرام ہے

(۱۱۷) فرمایا کہ ہر شخص کی طبیعت کا رنگ جداگانہ ہوتا ہے حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے مزاج کے مطابق یہ شعر فرمایا تھا ؎

کھنچے جو مجھ سے تو اس کیلئے میں ہوں تلوار
ملے جو جھک کے تو اس کے گلے کا ہار بنوں

لیکن میری طبیعت کا رنگ یہ ہے میں نے اس شعر میں اسی کے مطابق ترمیم کر دی ہے ؎

کھنچے جو مجھ سے تو اس کو بھی دل سے پیار کروں
ملے جو جھک کے تو اس پہ ہزار بار نثار

(۱۱۸) فرمایا کہ میں نے ایک شعر میں رسوخ نسبت اور حضور دائمی کی نعمت کو بیان کیا ہے مگر ساتھ ساتھ دعویٰ سے بچنے کا بھی اہتمام موجود ہے وہ شعر یہ ہے۔

شکر ہے درد دِل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

فرمایا کہ اسی لفظ شاید سے دعویٰ کی نفی ہو گئی۔

(۱۱۹) فرمایا کہ ایک بستی جس کا نام گھُگھُور ہے وہاں وعظ کے لئے جانا ہوا اللہ تعالیٰ نے وہاں کے حضرات کی ہدایت کے لئے ایک پوری نظم میری زبان

سے کہلا دی جس کو سُن کر وہ حضرات بہت مانوس ہوئے اور کافی لوگ ہدایت یافتہ ہو گئے (پھر اپنے اشعار کو حضرت نے سنایا)

نظم برائے اہالیان گجور

اہل گجور کے لئے لے کے پیام آیا ہوں
ہاتھ میں لے کے محبت کا میں جام آیا ہوں

وہ پیام اپنا نہیں بلکہ خدا کا ہے پیام
سب سے پیارا جو ہے کرنے میں وہ کام آیا ہوں

بات اپنی نہ کہوں گا نہ کسی غیر کی میں
میں سنانے کے لئے حق کا پیام آیا ہوں

سو چکے آپ بہت اب تو ہوں بیدار جناب
آپ کو آپ کا بتلانے مقام آیا ہوں

یوں تو میں بندۂ مسکین ہوں لیکن پھر بھی
بن کے میں سرور عالم کا غلام آیا ہوں

مقتدی آپ ہوئے غیروں کے انّا للہ
یہ نہ سوچا کبھی بن کر میں امام آیا ہوں

مال و دولت کی تمنّا نہ صلہ کی پروا
لب پہ لیتا ہوا اللہ کا نام آیا ہوں

دوستو شوق سے توحید کا اب جام پیو
یہی کہتا ہوا احمدؔ میں پیام آیا ہوں

(۱۲۰) فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحب کا ایک شعر ہے ؎

محبت کے بدلے محبت ستم ہے

نہ لو اُف نہ لو انتقامِ محبت

فرمایا کہ میں نے اس شعر میں اس طرح ترمیم کی ہے ؎

یونہی پختہ ہوتے ہیں خامِ محبت

کرم ہے ترا انتقامِ محبّت

احقر مرتب اختر عرض کرتا ہے کہ ہمارے مرشدنا حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری نے جب یہ شعر سنا تو فرمایا ماشاء اللہ خوب ترمیم ہے نافعیت اور افادیت اس شعر میں زیادہ ہے اور سلوک کا یہ مسئلہ انداز تربیت کا خوب عمدہ طرز پر بیان ہو گیا پھر احقر سے فرمایا کہ مولانا کے اشعار میں مولانا کے علمی انوار بھی ہوتے ہیں۔

(۱۲۱) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی میں اپنے تمام خواہشات اور مرضیات اور جذبات کو فنا کر دینا یعنی تابع کر دینا ہی اصل بندگی ہے۔ اور اپنا یہ شعر پڑھا ؎

خوشی کو آگ لگا دی خوشی خوشی میں نے

خوشا نصیب کسی کا ملا مجھے غم ہے

احقر عرض کرتا ہے کہ اس شعر میں صرف ایسی خوشی کو آگ لگانا مراد ہے جو حق تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو۔ ورنہ مرضی الٰہی کے مطابق ہر خوشی نعمت ہے۔

(۱۲۲) فرمایا کہ تمام معاملات و حالات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا ہی بندگی ہے اور مولا کی مرضی پر راضی رہنا مومن کی معراج ہے۔

(۱۲۳) فرمایا کہ غالب کا شعر ہے ؎

جب توقع ہی اُٹھ گئی غالبؔ
کیا کسی کا گلہ کرے کوئی

میں نے اس میں یہ ترمیم کی ہے

جب محبت ہی اُٹھ گئی احمدؔ
پھر کسی سے کوئی گلہ نہ رہا

(۱۲۴) فرمایا کہ ایک بستی میں وعظ کے لئے جانا ہوا وہاں کے حضرات بدعات اور رسومات میں مبتلا تھے حق تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے یہ نظم مجھ سے کہلادی جس سے بستی والوں کو بہت نفع ہوا اور لوگ جوق در جوق میرے ہاتھ پر تائب ہوگئے۔ وہ نظم یہ ہے۔

اک طرف فخر رسل اک طرف اُن کا غلام
بوالہوس تو ہی بتا کس کا سُنے گا تو پیام
ہوتے موسیٰ بھی جو زندہ تو چارہ نہ تھا
بجز اس کے کہ کریں پیروی خیر انام
اس کو مل ہی نہیں سکتا کبھی توحید کا جام
جس کی نظروں سے ہے پوشیدہ رسالت کا مقام

(۱۲۵) فرمایا کہ سالک کو حق تعالیٰ جس حالت میں رکھیں وہی حال اس کی ترقی کا ذریعہ ہے۔

(احقر اختر عرض کرتا ہے کہ ایک صاحب بیماری سے حرم کی نماز کی محرومی پر غمزدہ تھے حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص عارف ہوتا تو غم نہ کرتا کیونکہ عارف اپنی تجویز کو فنا کر دیتا ہے۔ حق تعالیٰ کی تجویز یہ تھی کہ اس بندہ کو بیماری کی شکستگی کی راہ سے قرب عطا کریں اور یہ شخص حرم کی

نماز سے قرب کو تجویز کر رہا تھا پس گویا اس نے اپنی تجویز کو حق تعالیٰ کی تجویز سے محبوب اور افضل سمجھا)

حضرت پرتابگڈھی نے فنا ئے تجویز اور ہر حال میں پرسکون اور خوش رہنے کا عجیب مضمون اپنے ان اشعار میں بیان فرمایا جو درج ذیل ہیں ۔

بے کیفی میں بھی ہم نے تو اک کیف مسلسل دیکھا ہے
جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں اس حال کو اکمل دیکھا ہے
جس راہ کو ہم تجویز کریں اس راہ کو اثقل دیکھا ہے
جس راہ سے وہ لیجاتے ہیں اس راہ کو اسہل دیکھا ہے

احقر اختر عرض کرتا ہے کہ حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحی صاحب دامت برکاتہم ان اشعار سے بہت محظوظ ہوتے ہیں اور حضرت کو اس کے دو ایک مصرعے یاد بھی ہیں لہذا کئی بار جب حضرت پرتابگڈھی کا ذکر آیا تو اس مصرعہ کو خود ہی پڑھنے لگے ع

بے کیفی میں بھی ہم نے تو ایک کیف مسلسل دیکھا ہے

اور اظہار مسرت فرماتے ہوئے ان اشعار کی تعریف فرمائی ۔

(۱۲۶) فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی ؒ نے فرمایا ہے کہ جب تک سالک اپنے کو کافر فرنگ سے بھی بد تر نہ سمجھے گا اس کی عبدیت کا ملہ حاصل نہ ہوگی ۔

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی ؒ نے اس مضمون کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ اپنے کو تمام مسلمانوں سے توفی الحال بد تر سمجھے اور کافروں سے فی المال اپنے آپ کو بد تر سمجھے کہ ممکن ہے اس کا خاتمہ اچھا ہو جاوے

ہیچ کافر را بخواری منگرید
کہ مسلماں بودنش باشد امید (رومی)

(ترجمہ) کسی کافر کو بھی حقیر مت سمجھو کہ ممکن ہے وہ مسلمان ہو کر مرے۔

ان مضامین کے مناسب حضرت پرتاب گڈھی کے دو اشعار درج ذیل ہیں۔

کھل گئی جب سے چشم بصیرت
اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم
کسی کو آہ فریب کمال نے مارا
میں کیا کہوں مجھے فکر مآل نے مارا

(۱۲۷) ایک مجلس میں یہ شعر عجیب درد سے حضرت والا نے سنایا ؎

ہم ان کی یاد کی برکت اسے سمجھتے ہیں
بھلانا چاہا بھی ان کو مگر بھلا نہ سکے

احقر اختر عرض کرتا ہے کہ شیخ کے بتائے ہوئے ذکر کو اہتمام کے ساتھ بدون ناغہ پابندی کرنے کا ایک انعام یہ بھی ہے کہ پھر بدون ذکر چین نہ آئے گا نفس اور شیطان بھلانا چاہیں گے مگر سالک بھولنے پر قادر نہ ہو سکے گا۔

(۱۲۸) اولیائے کرام کے قرب وحضور کے مقام کی رفعت کو حضرت والا نے اس شعر میں بیان فرمایا ؎

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعتراف قصور ہے
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے غفلت کا عذاب دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ اسباب راحت کے باوجود زندگی بے سکون ہوتی ہے جس کا مضمون اس شعر میں ہے ؎

نہ وہ ذوق ہے نہ وہ شوق ہے نہ وہ کیف ہے نہ سرور ہے
ہے ہر ایک چیز ہی بے مزہ جو نظر سے اپنی تو دور ہے

اور فرمایا کہ ہجر اور وصال کا اجتماع اس شعر میں ہے ؎

ترا ذکر ہے تری یاد ہے ترا نام تیرا پیام ہے
ہے اگر نصیب تری رضا تو یہ ہجر جان حضور ہے

اور فرمایا کہ ذکر حق زندگی ہے اور غفلت اللہ تعالیٰ سے موت ہے سے

تری یاد دل کی مری غذا ترا نام روح کی ہے شفا
ترا بھولنا مری موت ہے ترا ذکر حاصل طور ہے

(۱۲۹) فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ما عرفناک حق معرفتک فرمایا اور ایک ادنیٰ اُمتی اور غلام بھی ما عرفناک حق معرفتک کہتا ہے تو کیا یہ دونوں ما عرفنا برابر ہو سکتے ہیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے معرفت کا اعلیٰ مقام حاصل فرما کر اس رفیع بلکہ ارفع مقام سے ما عرفنا کا اعلان فرمایا کیونکہ وہ غیر متناہی ذات ہے تو معرفت کا ہر مقام اپنے مافوق پر پہنچ کر اپنے ہر مقام ماتحت کو ما عرفنا سے تعبیر کرتا ہے اور جو شخص معرفت کے معمولی مقام پر ہے اس کا ما عرفنا بھی کمتر درجہ کا ہوتا ہے اسی مضمون کو اس شعر میں بیان کیا گیا ہے۔

مبتدی چاہے ہوں چاہے ہوں منتہی
کہتے ہیں دوستو ما عرفنا سبھی

ہر عارف کا ما عرفنا اس کی رفعت معرفت کے اعتبار سے اپنے اندر اثبات معرفت کی بلندیاں بھی رکھتا ہے اور یہ نفی ما عرفناک درجات قرب غیر متناہیہ کے اعتبار سے ہے۔

باب سوم

"منتخب کلام عارفانہ"

"پیامِ سکوتِ صحرا"

۱ نہیں جو شمعِ محبت کے ہائے پروانے
خدا کی شان وہ آئے ہیں مجھکو سمجھانے

۲ گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے
دیا پیام کچھ ایسا سکوتِ صحرا نے

۳ سکوں کی جان ہے واللہ تیری محفل میں
عبث چلے ہیں گلستاں میں دل کو بہلانے

۴ کریں گے خاک وہ رندی سمجھ چکا ہوں میں
جو ایک گھونٹ ہی پیکر لگے ہیں اترانے

۵ کمال یہ ہے کہ آواز تک نہیں آتی
دفورِ شوق میں یوں جل رہے ہیں پروانے

۶ کہیں بھی ہم ہوں مگر فیض ہے یہ ساقی کا
ہمارے پاس پہنچتے ہیں اڑ کے پیمانے

تشریح | شعر ۶ کا مفہوم حضرت والا نے فرمایا تھا کہ اگر شیخ سے عقیدت اور اتباع اور گاہ صحبت میں حاضری ہوتی رہے تو اگر طالب دور بھی رہتا ہو تو بھی

مرشد کا فیضان اس کی روح کو پہنچتا رہتا ہے ایک طالب نے حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ سے دریافت کیا کہ صرف خط و کتابت کا سلسلہ ہو اور صحبت میں حاضری نہ ہو تو کیا سلوک طے نہیں ہو سکتا فرمایا کہ میاں بیوی اگر دُور دُور سے صرف خط و کتابت کرتے رہیں تو کیا اولاد ہو سکتی ہے اسی مثال سے روحانی زندگی کو سمجھ لینا چاہیئے کہ گاہ گاہ مرشد کی مجلس میں حاضری بھی ضروری ہے تاکہ اس کے قلب کا درد اور یقین طالب کے دل میں منتقل ہو جاوے۔ پھر اس صحبت کے باوجود دوری مضر نہیں

"بھلانا چاہا بھی ان کو مگر بھلا نہ سکے"

۱۔ نظر کو اپنی جو ان کی نظر بنا نہ سکے
لطیف جلوے نگاہوں میں انکی آ نہ سکے
جو ان کی مرضی پہ دونوں جہاں لٹا نہ سکے
وہ دل کو آئینۂ حق نما بنا نہ سکے

۲۔ نہیں جو تیرے دیوانے ہیں آج تک وہ کبھی
خوشی میں رو نہ سکے غم میں مسکرا نہ سکے

۴۔ ہم ان کی یاد کی برکت اسے سمجھتے ہیں
بھلانا چاہا بھی ان کو مگر بھلا نہ سکے

۵۔ گذر گئی جو گذرنا تھی دل پہ پھر بھی مگر
جو تیری مرضی کے بندے تھے لب ہلا نہ سکے

۶۔ سرور و کیف کا عالم نہ پوچھیے ان سے
جو آستانِ محبت سے سر اٹھا نہ سکے

۷۔ وہی مقام محبت ہے حضرت احمدؔ
جہاں کوئی بھی سوا ان کے یاد آ نہ سکے

تشریح شعر ۱ کا مفہوم فنائے تجویز ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی رضا اور حق تعالیٰ کی رضا میں جب تقابل ہو تو اپنی خواہش سے دست بردار ہو جاوے اور یہ مصرعہ دل سے کہدے

جا دل تجھے چھوڑا کہ جدھر وہ ہیں اُدھر ہم
(مجذوبؒ)

شعر ۵ میں تسلیم اور تفویض کی تعلیم ہے اور صبر جمیل کی تلقین ہے۔

شعر ۶ میں استقامت کی تعلیم ہے بعض لوگ کچھ دن بہت زور شور سے اور جوش و خروش سے ذکر و شغل کرتے ہیں اور شیخ کی محبت کا خوب اظہار کرتے ہیں لیکن چند دن یا چند ماہ یا چند سال گذرنے پر آہستہ آہستہ ٹھنڈے ہو کر بیٹھ جاتے ہیں پھر نہ پیر یاد آتا ہے نہ ذکر و فکر اور دنیا میں پھنس کر تباہ ہو جاتے ہیں، خصوصاً مرشد سے بدگمانی اور پھر اس کی محبت کو کم کر دینا شیطان کا یہ مجرب ہتھیار سالک کو تباہ کرنے میں سو فیصد کامیاب ہے۔ اس لئے مرشد کی محبت اور اس کے ساتھ حسن ظن کی دولت کو خوب گڑگڑا کر حق تعالیٰ سے مانگتا رہے اور مرشد کے عاشقوں کے پاس بیٹھے مرشد کے حاسدوں یا طعنہ زنوں سے بہت ہی دور رہے۔ آستانۂ مرشد سے سر نہ اٹھانے یہی مفہوم ہے کہ اللہ کے لئے یک در گیر محکم گیر پر عمل کرے بشرطیکہ مرشد متبع شرع و سنت ہو۔

شعر ۷ میں قرب و حضور کا اعلیٰ مقام ہے حق تعالیٰ ان اکابر کی برکت سے ہم سب کو عطا فرمائیں۔ آمین۔ مفہوم اس شعر کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت سب کی محبت پر غالب ہو جائے۔ یہ مفہوم مراد نہیں جیسا کہ جاہل عوام سمجھتے ہیں کہ بیوی بچوں اور رشتہ داروں اور دوست احباب کا حق سب چھوڑ کر پہاڑ یا جنگل میں فقیری لے لیں۔ شریعت نے اس طریقہ کو گمراہی قرار دیا ہے۔ دنیا اور آخرت

کو تعلق اس طرح ہے جیسے کشتی اور پانی کا کہ کشتی کے لیئے پانی ضروری ہے لیکن اگر پانی کشتی میں داخل ہو جائے تو کشتی ڈوب بھی جاتی ہے پس دنیا بھی ضروری ہے مگر اللہ تعالیٰ کی محبت اس پر غالب رہے حدیث پاک میں ہے کہ مالداری اس شخص کو مضر نہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ صاحب مظاہر حق شارح مشکوٰۃ شریف نے لکھا ہے کہ دنیا سانپ ہے اس کا منتر تقویٰ ہے جو اللہ والوں کی صحبت سے ملتا ہے۔

"فرش آیا نظر عرش اعظم"

جب تک ان سے نہ نسبت ہو محکم
کوئی شادی نہ شادی نہ غم غم
یاد کا ان کی چھایا جب عالم
فرش آیا نظر عرش اعظم
مل گیا میرا مقصود اعظم
عالم ہوش ہے اب منظم
ہے تڑپنے میں جنت کا عالم
چاہیئے زخم دل کا نہ مرہم
کھل گئی جب سے چشم بصیرت
اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم
تیرے جلووں کی رنگین بہاریں
دیکھتے دیکھتے سو گئے ہم

یہ ہے ان کا کرم ورنہ احمدؔ
خاک ہیں خاک اور کچھ نہیں ہم

"غائب ہوا جاتا ہے حجابات کا عالم"

غائب ہوا جاتا ہے حجابات کا عالم
مشہود لگا ہونے مغیبات کا عالم
ملتا ہے جسے عشق کے نغمات کا عالم
اس کا ہے عجب زیست کے لمحات کا عالم

محسوس لگا ہونے کہ دل عرش بریں ہے
اللہ رے یہ ان کی ملاقات کا عالم
کہنے کی نہیں بات یہ کہتا ہوں مگر خیر
پھرتا ہے نگاہوں میں محالات کا عالم
بس پوچھئے اُن سے جو محبت پہ فدا ہیں
حرکات کا سکنات کا لمحات کا عالم
قربان وہ کر دیتا ہے جنت کی بہاریں
پاتا ہے جو قسمت سے مناجات کا عالم
میں فرش کو بھی عرش سمجھنے لگا احمدؔ
طاری ہوا جب ان کے خیالات کا عالم

برکات طلب صادق

ہیں صادق آپ گر اے دوست اقرار محبت میں
طلب خود کر لئے جائینگے دربار محبت میں
مبارک ان کو جو ہیں غرق افکار محبت میں
پہنچ جائیں گے اک دن اُڑ کے گلزار محبت میں

مرشد کا فیض اور امالۂ رذائل

زیر و زبر تھا ہونے کو احمدؔ نظام دل
لیکن خدا کا شکر ہے عامل بدل گیا

"قرب کی لذّت لوٹنے والو"

بخشا کسی کو قرب و حضوری — اور کسی کو لذت دوری
حاصل اب ہے جان حضوری — اللہ رے شان مہجوری
جسکو ابھی ہے شکوہ دوری — اس کی محبت ہی ہے ادھوری
قرب کی لذت لوٹنے والو — جان محبت ہے غم دوری
اہل محبت کے مذہب میں — غیبت بھی ہے عین حضوری
ہوتی نہ یوں تکمیل محبت — اپنی تمنا ہوئی جو پوری
فرقت قربت حضرت ناصح — عشق میں دونوں ہی ہیں ضروری
خود ہی نہیں احساس حضوری — ورنہ کبھی ان سے نہیں دوری
ان کی مرضی پیش نظر ہے — کیسی قربت کیسی دوری
اللہ اللہ اللہ اللہ — خاکی بھی ہے اب تو نوری

ہر جلوہ پردہ ہے احمدؔ
قربت ہے اور پھر بھی ہے دوری

نعت پاک

انکار ہے اللہ کا انکار محمدؐ — اللہ کا اقرار ہے اقرار محمدؐ
گر دیدۂ بینا ہو عطا تو نظر آئے — انوار الٰہی سے ہیں انوار محمدؐ
ہے سنت نبوی سے نہیں جنکو سروکار — ان پر نہ کھلیں گے کبھی اسرار محمدؐ
ہو جاتے تھے اصحاب ادب سے ہمہ تن گوش — اس طرح سنا کرتے تھے گفتار محمدؐ
قربان کریں جان یہاں سر کے بل آئیں — دربار محمدؐ ہے یہ دربار محمدؐ

کیا پوچھتے ہو انکے مدائح کی نہیں تھاہ
انصار محمدؐ ہیں یہ انصار محمدؐ

"بخت خفتہ کو اب ہے جگانا"

زہر ہے زہران کو بھلانا　　اور تریاق یادان کی آنا
جان دل ان پہ ہے سب لٹانا　　کوئی آسان نہیں دل لگانا
تیر پر تیر سینے پہ کھانا　　اور اُف بھی زباں پر نہ لانا
گلشن دل پہ بجلی گرانا　　ہے قیامت ترا مسکرانا
دل میں شمع محبّت جلانا　　اور پروانہ خود کو بنانا
نام کی ان کے رٹ ہے لگانا　　بخت خفتہ کو اب ہے جگانا
ان کا رہ رہ کے دل گدگدانا　　اور مرا جھوم کر مسکرانا
اف کسی کا تصوّر میں آنا　　میرے احساس کا جگمگانا
اپنا سو سو طرح سے بنانا　　اس محبت کا ہے کچھ ٹھکانا
ان کا خود دل میں چھپ کے آنا　　اس کو کہتے ہیں مقصود پانا
داستان محبت سنانا　　ان کا عاشق جہاں کو بنانا

ہوش والوں کو مجنوں بنانا
ہائے احمدؔ کا غزلیں سنانا

"زندگی ہم نے مر کے پائی ہے"

یاد دل میں تیری بسائی ہے　　حسرت دید رنگ لائی ہے
رٹ تیرے نام کی لگائی ہے　　اس سے تسکین دل نے پائی ہے

جس نے دیکھا وہی ہوا قرباں　　واہ کیا شان دلربائی ہے
آج دل میں ہے کیوں دھڑکن　　کیا صبا کچھ پیام لائی ہے
آتش عشق نے　جلا ڈالا
زندگی ہم نے صبر کے پائی ہے

"میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آیئے"

اب دل میں اپنے شمع محبت جلایئے
تاروں کی طرح رات کو پھر جگمگایئے
تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آیئے
جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پایئے
کیوں آپ اہل عشق کی محفل میں آیئے
رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر میں چھایئے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھایئے
نسبت اسی کا نام ہے نسبت اسی کا نام
ان کی گلی کو چھوڑ کے آنے نہ پایئے
اپنی طرف سے بھاگنا چاہیں بھی آپ اگر
کوشش کریں ہزار پر آنے نہ پایئے

سراب ہے یہ نہیں پانی فریب کیوں آپ کھا رہے ہیں

خدا سے ہو کر کے آپ غافل جہاں میں کیوں دل لگا رہے ہیں
سراب ہے یہ نہیں ہے پانی فریب کیوں آپ کھا رہے ہیں

غضب ہے واللہ یہ قیامت ستم یہ کیا آپ ڈھا رہے ہیں
خدا کا ڈر کیا نہیں ہے باقی جو شمع ایماں بجھا رہے ہیں

مے محبت کے جو ہیں طالب مزے محبت کے پا رہے ہیں
کبھی محبت سے آ رہے ہیں کبھی محبت سے جا رہے ہیں

"عشق کا امتحاں"

فرمایا کہ ایک دور مجھ پر ایسا گذرا ہے کہ دین کی اشاعت اور تبلیغ میں بعض لوگوں نے بے حد ستایا اسی زمانے میں یہ اشعار موزوں ہوئے اور دکھے ہوئے دل کی آواز ہے' احقر اختر عرض کرتا ہے کہ حضرت پرتاب گڈھی نے ان اشعار کو جب بھی سنایا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور سامعین پر بھی رقت دگریہ طاری ہو گیا۔

ہو رہا ہے عشق کا پھر امتحاں
آتے ہیں ہر سمت سے تیر وسناں

ان کی مرضی پر مری قربان جاں
اللہ اللہ تھا میں اس قابل کہاں

•عشق کی کس کو سناؤں داستاں
ہائے جب کوئی نہیں ہے راز داں

لطف جینے کا اسے حاصل کہاں
پی نہیں جس نے شراب ارغواں

ہو خوشی یا درد وغم کی داستاں
سب میں شامل اُن کا ہے لطف نہاں

جل کے اٹھے گا نشیمن سے دھواں
آہ جائے گی نہ میری رائیگاں
عشق کی ذلت کا وہ دیکھیں سماں
ہے زمیں بھی میرے حق میں آسماں
کیا مٹائے گا مرا نام و نشاں
جس کے قبضے میں نہیں سود و زیاں
آ نہیں سکتی کبھی اس میں خزاں
گلستاں ہے عشق کا یہ گلستاں
ہے مدد پر حب مکینِ لامکاں
پھر کریں گے کیا مرے نامہرباں
بڑھ رہے ہیں پھر شرورِ دشمناں
تجھ سے ہے فریاد ربِّ دوجہاں
ہے ترا بندہ ضعیف و ناتواں
تیرے در کو چھوڑ کر جائے کہاں
میرا سر ہے اور تیرا آستاں
ہے یہی میرے لئے رشکِ جناں
حق پرستی کی سزا جور عیاں
ہے یقیناً سنت پیغمبراں
مجھ کو جی بھر کر ستالیں شوق سے
میں خلافِ حق نہ کھولوں گا زباں
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا
میں کہاں یہ نعمتِ عظمیٰ کہاں

خوشتر آں باشد سرِّ دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

"ہے اگر نصیب تری رضا تو یہ ہجر جان حضور ہے"

نہ وہ ذوق ہے نہ وہ شوق ہے نہ وہ کیف ہے نہ سرور ہے
ہے ہر ایک چیز ہی بے مزہ جو نظر سے اپنی تو دور ہے
ترا ذکر ہے تری یاد ہے ترا نام تیرا پیام ہے
ہے اگر نصیب تری رضا تو یہ ہجر جان حضور ہے
تری یاد دل کی مری غذا ترا نام روح کی ہے شفا
ترا بھولنا مری موت ہے ترا ذکر حاصل طور ہے
کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعتراف قصور ہے
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

"غم فرقت"

ترے جاتے ہی رونق اڑ گئی اے دوست محفل کی
یہ کس نے چھین لی دم بھر میں اف راحت مرے دل کی
حضوری میں جو عالم دل کا تھا کیا پوچھنا اس کا
مگر غیبت میں کیا سے کیا ہوئی حالت مرے دل کی
قدم راہ محبت میں ابھی جس نے نہیں رکھا
وہ کیا سمجھے وہ کیا جانے کرامت شیخ قاتل کی

"وہ ربّانی بھی کہلا کر نہیں ہوتا ہے ربّانی"

پیا جس نے نہ میخانے میں جا کر جامِ عرفانی
وہ بن سکتا نہیں ہے دوستو محبوبِ سبحانی
نہیں ہے ہاں نہیں محبوب کے مرضی میں جو فانی
وہ ربّانی بھی کہلا کر نہیں ہوتا ہے ربّانی
نہیں کی جس نے اپنے نفسِ امّارہ کی قربانی
وہ کیا سمجھے وہ کیا جانے ہے کیا شئے فیضِ یزدانی
نہ جب تک صدقِ دل سے ترک کر دیں حظِّ نفسانی
کبھی بھی آپ کو حاصل نہ ہوگا لطفِ روحانی
نہ چھوڑو گے اگر اعمالِ بد افعالِ شیطانی
نہیں ہوگا کبھی ہرگز تمہارا قلب نورانی
نہ جب تک تزکیہ ہو نفس کا خطرہ ہی خطرہ ہے
رہیں گے عمر بھر گھیرے ہوئے افکارِ شیطانی
تواضع خاکساری انکساری سے ہیں ہم خالی
تکبر سے سمجھتے ہیں نہیں اپنا کوئی ثانی
کہاں سے تو کہاں پہنچا ارے توبہ معاذاللہ
لباسِ زہد و تقویٰ سے غضب ہے تیری عریانی
اڑا کر یہ خدا جانے کہاں لے جائے گی ہم کو
الٰہی رحم فرما دے ہوائیں ہیں یہ طوفانی
ملی جس کو نہ صحبت شیخِ کامل کی سمجھ لیجئے
وہ ہو سکتا نہیں ہے واقفِ اسرارِ یزدانی

خدا سے گر تعلق ہو گیا پیدا تو سب کچھ ہے
نہیں تو کچھ نہ کام آئے گی یہ تیری گل افشانی
نیابت انبیاء کی سخت مشکل ہے نہیں آساں
سمجھتا ہے جو آساں دوستو اسکی ہے نادانی
جو ہے قرباں دل سے سرور عالمؐ کی سنت پہ
مبارک اس کی ہوگی دوستو جنت میں مہمانی
مبارک ہو مبارک ہو جو اس کا ہو گیا احمدؔ
اسے معلوم ہے کیا چیز ہے الطاف ربانی

الٰہی دور فرمادے ہماری فتنہ سامانی
عطا ہو بندۂ عاجز کو بھی اب کیف ایمانی
مقدر سے ملی جس کو محبت کی فراوانی
اسی کے ہاتھ سے ہوتی ہے روشن شمع ایمانی
وہی خوش بخت ہے جس کو ملی ہے دین کی دولت
وہ مستغنی ہے لے کر کیا کرے گا تاج سلطانی
یہ بے فکری یہ من مانی ہماری دور ہو جائے
اگر پیش نظر ہو روز محشر کی پریشانی
عمل کی روح ہے اخلاص جب تک یہ نہ حاصل ہو
نہیں آئے گی ایمان و عمل میں تیرے تابانی
مٹا دو ہاں مٹا دو اپنی ہستی تم محبت میں
یہی کہتے ہیں بسطامیؒ غزالیؒ اور جیلانیؒ

سنو تم گوشِ دل سے حضرت احمدؔ یہ کہتے ہیں
محبّت میں فنا ہو تب غذا ملتی ہے روحانی
پس از سی سال ایں معنے محقق شد بخاقانی
کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

"تو ہم دل کو رشک ارم دیکھتے ہیں"

ایک مجلس میں فرمایا کسی شاعر کا ایک شعر ہے جو بہت مشہور ہے.
اور بزرگوں نے بھی اس کو پڑھا ہے۔ وہ یہ ہے.

جو دل پر ہم اس کا کرم دیکھتے ہیں　　تو دل کو بہ از جامِ جم دیکھتے ہیں

میں نے اپنے ذوق کے مطابق دوسرے مصرعے میں ترمیم کردی ہے.
پھر اسی بحر میں پوری ایک غزل ہی ہوگئی ۔ اس کو پیش کرتا ہوں۔

جو دل پر ہم اس کا کرم دیکھتے ہیں　　تو ہم دل کو رشک ارم دیکھتے ہیں
کرم دیکھتے ہیں ستم دیکھتے ہیں　　محبت کے ساماں بہم دیکھتے ہیں
خوشی دیکھتے ہیں نہ غم دیکھتے ہیں　　ہم ان کی نگاہ کرم دیکھتے ہیں
فیوض درِ محترم دیکھتے ہیں　　کسے کیا خبر اب جو ہم دیکھتے ہیں
کبھی دل میں سوزِ عجم دیکھتے ہیں　　کبھی دل کو ساز حرم دیکھتے ہیں
کبھی کیف ام السلم دیکھتے ہیں　　کبھی برکت ملتزم دیکھتے ہیں

ہے کیا بات نام ان کا آتے ہی لب پر
ہم احمدؔ تری چشم نم دیکھتے ہیں